بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلامی قوانین بدلنے والے کے بارے میں

شیخ الاسلام رحمہ اللہ کا فتویٰ

تالیف:شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

[٦٦١—٧٢٨]

مترجم: عبدالعظیم حسن زئی حفظہ اللہ



فہرست

مقدمہ

ان الحمد للّٰہ نستعینه و نستغفره و نستهدیه ، و نعوذ باللّٰه من شرور انفسنا و سیئات أعمالنا ، من یهد اللّٰه فلا مضل له و من یضلل فلا هادی له ، و نصلی و نسلم علی رسول اللّٰه و علی آله و صحبه أجمعین.

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ ﴾[النور=٢٤:٥٥]

''اللہ نے تم میں سے ایمان لانے اور عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے ان سے پہلے والوں کو بنایا تھا اور ان کے اس دین کو جگہ (قوت) دے گا جو اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ان کو ضرور خوف کے بدلے امن دے گا وہ میری عبادت کریں میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو وہ لوگ فاسق ہیں۔''

یہ اللہ کا وعدہ ہے عمل صالح کرنے والے ان مومنین کے ساتھ جو زمین میں اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کوشش کرتے ہیں اللہ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ یہ ایسا وعدہ ہے جس میں کوئی شک نہیں جب تک لوگوں سے اس (عمل) کے علاوہ

(کسی اور عمل) کا ظہور نہ ہو۔اوراس میں وہ لوگ شک نہ کریں جن کے دلوں میں بیماری ہے:

﴿اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا۝﴾ [مریم=۱۹:۶۱]

''یہ وعدہ آنے والا ہے۔''

اس وعدے کے ورے شیطان نے اپنی رسیاں اور شکارگاہیں پھیلا رکھی ہیں تاکہ مسلمانوں کو بلائے اور تاکہ یہ وعدہ ایک وقت تک مؤخر کرتا رہے جبکہ اللہ نے اس کے پورا کرنے کا حتمی فیصلہ کیا ہے۔جب عمل خالص اور نیت سچی ہو۔سروں کا جھکانا اور ان پر معاملات خلط ملط کرنا اور انہیں شکارگاہوں میں پھنسانا اس کے لیے حق و باطل میں التباس پیدا کرنے والے شیاطین کے لیے سخت محنت کرتے ہیں اور لوگوں کے سردار جاہل ترین لوگ بن جاتے ہیں جو خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں ۔شیطان کے ان شکارگاہوں کے دو بڑے دروازے ہیں:

① خواہشات کا دروازہ

② شبہات کا دروازہ

خواہشات کا جو دروازہ ہے اسے بند کرنے کے ذرائع یہ ہیں: کثرت عبادت نوافل کے ذریعے تقرب الی اللہ اور حلال حاصل کرنا تاکہ حرام کی طرف نظر کرنے سے رک جائے۔

جبکہ شبہات کا دروازہ: بہت زیادہ پھسلن والا ہے۔ شیطان داعیوں اور دیگر کے عقائد ۔مناہج نظر اور استنباطات سے متعلق شبہات میں مبتلا کرتا ہے تو پھر وہ غلط باتوں کو صحیح سمجھ کر اپناتے ہیں پھر بیماری بڑھتی جاتی ہے دوا کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ان شبہات کا علاج ایک ساتھ دوطریقوں سے کیا جاتا سکتا ہے۔

① احکام شرعیہ کے صحیح علم۔

۲ اور واقعہ سے متعلق صحیح علم۔

جو شخص شرعی حکم کا علم نہیں رکھتا اور درپیش واقعہ کے بارے میں فیصلہ کرتا ہے تو وہ غلطی کر جاتا ہے اگر چہ صحیح فیصلہ کرے۔اس لیے کہ وہ دلیل کے بجائے خواہش کی پیروی کر رہا ہے اللہ پر بلا علم بات کر رہا ہے۔گمراہ ہے گمراہ کرنے والا ہے۔اسی طرح جو شخص شرعی احکام سے واقف ہے مگر پھر واقعاتی حقائق سے غفلت برتتا ہے یا پیش آمدہ واقعہ کی تحقیق نہیں کرتا تو وہ اس بات سے محفوظ و مامون نہیں رہ سکتا کہ وہ کوئی اور حکم لاگو کر دے اور اس کی وجہ سے ایسے راستے پر چلے جو مقصد و مراد تک پہنچنے والا نہ ہو تو یہ شخص بھی گمراہ ہے گمراہ کرنے والا ہے اس لیے کہ اس نے واقعہ کے بارے علم میں اجتہاد نہیں کیا لہٰذا وہ غلطی کرنے والے مجتہد کے اجر سے محروم ہے۔

فقیہ کو تب مکمل فقیہ کہا جاتا ہے جب وہ فتوٰی طلب کرنے والے کی حالت کا لحاظ کرے (جیسا کہ علم اصول کی کتب میں موجود ہے) یہی حالت سلف کی تھی فتوٰی دینے میں ان کے فتاوے ان کتب میں موجود ہیں جو آج ہمارے سامنے ہیں۔بعض لوگوں نے اسلاف کے ان نصوص کو اپنانے میں غلطی کی ہے وہ ان نصوص کو منطبق کرتے ہیں مگر اس جگہ نہیں جس کے لیے یہ ہیں۔نہ ہی اس واقعہ کا لحاظ کرتے ہیں جس کے لیے یہ فتوٰی قبول کیا گیا۔حالانکہ سلف نے یہ وضاحت کر دی ہے کہ زمان و مکان اور حالات کے لحاظ سے فتوٰی میں تغیر و تبدل ہوتا ہے۔جیسا کہ امام ابن قیم جوزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب اعلام الموقعین میں اس بات کو ثابت کیا ہے۔

جب انھوں نے سلف کے نصوص کو اپناتے ہوئے ان کے مواقع اور بنیادوں کا لحاظ نہیں کیا تو یہ غلطی اور الجھن کا سبب بن گیا۔بلکہ بعض لوگوں نے جو (ان نصوص کی بنا پر) کچھ نتائج اخذ کیے تو وہ شریعت کے مقرر کردہ کلی قواعد سے متعارض تھے بلکہ یہ تو اس کے بھی خلاف و متضاد تھے جن کی صاحبان نصوص اسلاف نے خود تاکید کی تھی۔یہ ہے اللہ کے بارے میں بلا علم بات کرنا۔

اس لیے کہ علم وہ ہے کہ جو شرعی احکام کا ہو اور اس کے ساتھ ساتھ حالات کا بھی ہو جس پر حکم منطبق کیا جارہا ہے۔ یہ اسلاف پر بہت بڑا ظلم ہوگا اور ہماری عقلوں پر بھی الزام آئے گا کہ اگر ہم یہ کہیں کہ ان سے جو نصوص منقول ہیں ہم انہیں ہر جگہ منطبق کر سکتے ہیں اور اس میں کسی قسم کی تمیز مراجعہ نہ کریں۔

سلف کو جو حالات درپیش تھے ان حالات کی وجہ سے ہی اسلاف نے یہ فتاوے دیے ہیں اگر وہ ہمارے حالات میں ہوتے تو ان موجودہ حالات کے لحاظ سے ان کے فتاوے مختلف ہوتے ۔اگرچہ یہ بات صحیح ہے کہ موجودہ حالت اگر اس حالت کے موافق ہو جس میں فتوٰی دیا گیا تھا تو پھر اس فتوٰی عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا علم بہت وسیع تھا ان کا مقام ومرتبہ بہت بلند تھا ان میں تقوٰی اور پرہیز گاری تھی ان کا دور رسول اللہ ﷺ کے دور کے قریب تھا لیکن اگر حالات میں تبدیلی آجائے اور مسئلے کی بنیاد بدل جائے تو ان کے نصوص کو ان (تبدیل شدہ) حالات پر کیسے منطبق کیا جائے گا؟ لہٰذا ضروری ہے کہ نصوص پر غور کرتے وقت اس بات کو ملحوظ خاطر رکھا جائے ۔اور ان کلی قواعد کی طرف رجوع کیا جائے جن سے سلف نے ان نصوص کو اخذ کرنے میں مدد لی ہے تا کہ ان نصوص کو مختلف حالات میں بروئے کار لایا جاسکے۔

شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی رحمہ اللہ کے رسالہ "**رسالة الجهاد**" میں ان بہت سے شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے جو ان کے زمانے میں سامنے آئے تھے یہ سقوط خلافت عباسیہ کا دور تھا۔ بغداد کا سقوط یعنی تاتاریوں کے قبضہ میں ٦٥٦ ہجری میں آگیا تھا۔ مفید ہونے کی بناء پر ہم ان شبہات کو اجمالی طور پر پیش کررہے ہیں اور ایک وجہ ان کے پیش کرنے کی یہ بھی ہے کہ ان حالات کی تصویر سامنے آجائے جن سے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا واسطہ رہا اور ان جن کی وجہ سے لوگوں میں اختلاط و الجھن پیدا ہوئی تھی ۔ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس رسالہ میں اختصار کے ساتھ جو کچھ پیش

کیا ہے،ہم قارئین کو اس سے آگاہ کریں گے۔ان شاءاللہ

جب تا تاریوں نے مسلمان ملک عراق پر قبضہ کرلیا اور خلافت عباسیہ کا خاتمہ کیا اور کچھ عرصہ تک مسلمانوں کے ساتھ رہے۔وہ اسلام میں برائے نام داخل ہوئے صرف شہادتین کا زبانی اقرار کیا اور کچھ اسلامی شعائر کو اپنایا۔ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تاریخ میں ۶۹۴ ھجری کے واقعات کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اور اس میں ایک بادشاہ تھا جس کا نام قازان بن ارغون بن تولی بن چنگیز خان تھا وہ مسلمان ہوا اس نے امیر توزون رحمہ اللہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔تاتاریوں کی اکثریت اسلام میں داخل ہوگئی۔قازان جس دن مسلمان ہوا اس دن اس نے لوگوں میں سونا چاندی اور جواہرات تقسیم کیے جمعہ اور خطبہ کے لیے آیا اور کنیسائیں ختم کیں عیسائیوں پر جزیہ مقرر کیا اور بغداد میں بہت سے مظالم کا خاتمہ کیا۔''

(البداية والنهاية=۱۳:۳۴۰)

تاتاری اس کے بعد اسی حالت پر قائم رہے ان کے بادشاہ وحکمران مسلمان ناموں سے پکارے جاتے تھے جیسا کہ ان کے بادشاہ خربندا محمد بن اوغون بن ابغا بن ہلاکو اور ازبک خان جس کی بہت سی باتیں ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں ذکر کی ہیں۔اگرچہ تاتاری بعض شعائر اسلام کا اظہار کرتے تھے۔شہادتین کا اقرار کرتے تھے مسلمان ناموں سے پکارے جاتے تھے مگر کتاب وسنت کی تحکیم سے اعراض کیا اور اپنے درمیان اپنے دادا چنگیز خان کی مرتب کردہ قانون کی کتاب "یاسق" نافذ کرتے تھے۔اس میں جان،مال اور عزتوں سے متعلق احکام درج تھے جو اسلام کے ساتھ دیگر ادیان سے ماخوذ تھے وہ لوگ اس کتاب کو اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر مقدم کیا کرتے تھے اور اسی کو انہوں نے دوستی اور دشمنی کا معیار قرار دیا تھا۔جو ان کی اطاعت کرتا

اوران قوانین کی پیروی میں ان کے ساتھ شریک ہوتا وہ ان کا دوست ہوتا تھا اور اسے اپنے قریب رکھتے ،اس کی تعظیم کرتے اسے وزیر بناتے تھے اگرچہ وہ کسی اور دین پر ہوتا۔ یہودی نصرانی یا کچھ اور ہوتا۔اور اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص ان کے قوانین کو چھوڑ کر اللہ ورسول ﷺ کے حکم پر قائم رہتا تو یہ اس سے جنگ کرتے اسے قتل کرتے اگرچہ وہ شخص سب سے زیادہ عبادت گذار، عالم اور فقیہ ہی کیوں نہ ہو اس کے باجود وہ شعائر اسلام کا اظہار کرتے تھے شھادتین کے اقراری تھے خود کو مسلمان کہتے تھے۔ان کی یہ حالت دیکھ کر لوگوں کو ان کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا ہوئیں انھیں شبہات نے گھیر لیا عام لوگوں کے ساتھ مجاہدین کو بھی ان کی تکفیر اور ان سے قتال کے بارے میں شبہات پیدا ہوئے اس لیے کہ یہ شعائر اسلام کا اظہار کرتے تھے۔شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے اس رسالہ میں کتاب وسنت پر مبنی واضح وقطعی دلائل اور علمائے معتبرین سلف کی آراء واقوال کی روشنی میں ان (تا تاریوں) کے کفر کی حقیقت آشکارا کر دی اور ثابت کیا کہ ان کا شھادتین کا اقرار ان کو مسلمان نہیں بنا سکتا اس لیے کہ انھوں نے کتاب وسنت کی تحکیم سے اعراض کیا ہے اور ان کے علاوہ کسی اور چیز (یاسق) کو اپنا لیا ہے اور انھوں نے ان مسلمانوں سے قتال کیا ہے جو عدل کا حکم کرتے تھے اللہ کی شریعت اور حکم کی طرف لوٹ آنے کی بات کرتے ہیں لہٰذا شھادتین کا مدلول ان میں ثابت نہیں ہے اگرچہ یہ ظاہری طور پر اس کا اقرار کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ یہ شرک فی العبادت میں ملوث ہیں کہ انھوں نے اللہ کی شرع ونظام کو چھوڑ کر تحاکم کسی اور کے پاس لے گئے ہیں۔ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے:

’’لوگوں نے ان تا تاریوں کے ساتھ قتال کی کیفیت میں آراء کا اظہار کیا ہے کہ قتال کس طرح کا ہو؟ اس لیے کہ یہ لوگ اسلام کا اظہار کرتے ہیں اور امام کے خلاف بغاوت کرنے والے نہیں ہیں ایسا نہیں ہے کہ یہ کسی وقت امام کی اطاعت میں تھے اور

اب اس کی مخالفت کی ہے۔شیخ تقی الدین کہتے تھے کہ :اگر تم مجھے تاتاریوں کی حمایت کرتے ہوئے دیکھ لو تو مجھے قتل کر دو اگر چہ میں نے سر پر قرآن اٹھا رکھا ہو۔تاتاریوں سے قتال کے لیے لوگوں میں ہمت پیدا ہوئی ان کے دل مضبوط ہو گئے۔

(البدایہ والنہایة=١٤:٢٣،٢٤)

ابن کثیر رحمہ اللہ نے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا یہ مختصر جملہ نقل کیا ہے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس رسالہ میں اسی جملے کی تفسیر کی ہے اور جو کچھ اس میں بیان کیا ہے وہ شرعی دلائل سے مزین ہے ۔مثلاً جنگی تیاریوں کی فضیلت (جو کہ جہاد کا حصہ ہے) تمام عبادات پر جو حج کا حصہ ہے۔نص نے جہاد کو حج پر مقدم کیا ہے اور جو شخص قدرت واستطاعت کے باجود جہاد یا اس کی تیاری سے گوشہ نشینی کے نام پر علیحدگی اختیار کرتا ہے یا عبادت کے لیے یکسوئی کے نام پر ایسا کرتا ہے تو وہ جو بھی دوسری کوئی عبادت کرے وہ بہر حال گناہ گار شمار ہو گا۔

اس طرح انھوں نے فتوٰی کی بنیاد دو بڑے اصولوں پر رکھی ہے:

① شرعی علم کا حکم۔علم وفقہ عام مراد ہے۔

② حکم کی بنیاد (وجہ) ثابت کرنا (معلوم کرنا) حقیقت حال کو معلوم کرنا۔

فتوٰی کے وقت موجودہ حالات کا علم شریعت سے نکلنے والوں سے قتال کی ضرورت کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ اگر چہ یہ لوگ شہادتین کا اقرار کرتے ہوں پھر بھی ان کے خلاف قتال جو ہو گا وہ قتال ارتداد ہے قتال بغی نہیں (یعنی انھیں امام کے باغی نہیں بلکہ دین سے مرتد سمجھ کر قتل کیا جائے گا) انھیں خوارج کے مثل قرار دیا جائے گا جو کہ دین کی اصل سے خارج نہیں تھے مگر ان کا ارتداد تھا دین کی بنیاد واصل میں اضافہ لہٰذا وہ مرتدین کی تیسری قسم بن گئے جن کے خلاف قتال واجب ہے۔یہ ان مرتدین کے علاوہ ہیں جو دین سے بالکلیہ خارج ہیں اور ان کے بھی علاوہ ہیں جو باغی

ہیں مرتد نہیں ہیں جن سے قتال واجب نہیں ہیں۔اس میں یہ بھی واضح کیا ہے کہ خوارج کے بارے میں صحیح مذہب یہ ہے کہ یہ مرتد ہیں اگرچہ ارتداد میں ان کی طرح نہیں ہیں جو اصل دین سے کلیتہً خارج ہیں یہ اہل سنت والعلم کا مذہب ہے۔شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے یہ بھی واضح کیا ہے امر واقع اور لوگوں کی حالت کو مدنظر رکھنا ضروری ہے تب صحیح حکم لگایا جاسکے گا۔یہ بتا دیا ہے کہ وہ (تاتاری) شعائر کو ترک کرتے تھے اگرچہ ان میں کچھ موجود بھی تھیں۔اسی طرح ان کی موالات ومعادات ان کے بادشاہ اور قائد کے مذہب کے مطابق ہوتی تھیں جس کے ساتھ دوستی وموالات رکھتے تھے اس کے مذہب سے چشم پوشی کرتے تھے۔اسی طرح وہ ان دین داروں کو مقدم رکھتے تھے جو حقیقت میں دین کے لیے نقصان دہ ہوتے تھے جن کے عقائد خراب تھے انھیں دینی مناصب پر فائز کرتے تھے تاکہ ان کے موافقت میں فتوی دیں۔مثلاً اس طرح فتوی دیں کہ یہود ونصاری کا دین بھی مسلمانوں کے دین کی طرح اللہ کی طرف سے حق ہے۔اس بنیاد پر وہ مشرکین سے دوستی یا دشمنی کریں۔ان میں سے کچھ لوگوں کو اپنے وزیر اور معاون بنائیں۔وہ مسلمانوں سے بھی اس بنیاد پر جنگ کرتے تھے کہ وہ ان کے خود ساختہ دین میں داخل کیوں نہیں ہوئے اگرچہ وہ شریعت اسلامی کے خلاف ہوں ان کے خلاف خروج نہ کیا کریں۔

پھر شیخ الاسلام نے اس بات پر بحث کی ہے کہ اسلام میں داخل ہونے کے باوجود شرائع سے ارتداد کہ یہ کفر اصلی کو دین کے اصل میں ملانے کے برابر ہے۔مرتد کا حکم قتل ہے جبکہ کافر اصلی کو عہد اور ذمہ کی بنا پر قتل نہیں کیا جاتا سوائے جنگ کی صورت کے۔اسی طرح شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے مرتدین اور باغیوں میں بھی فرق واضح کیا ہے اور ان لوگوں کی گمراہی ثابت کی ہے جو شریعت کو ترک کرنے والے مرتدین کو تاویل کرنے والے باغیوں میں سے شمار کیا ہے یہاں تک اس بنیاد پر ان سے قتال کریں۔اسی طرح شیخ رحمہ اللہ نے وہ شبہ بھی ختم کردیا جو بعض لوگوں کے اذہان میں

آسکتا ہے کہ یہ فتنہ ہے اور ہمیں نص کے ذریعے اس میں داخل ہونے سے روکا گیا ہے شیخ رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے کہ وہ فتنہ جس میں مسلمانوں کو داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے اس سے علیحدہ رہنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے اس سے مراد وہ فتنہ ہے جو دو مسلمان گروہوں کے درمیان ہو اور ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے (ایسی حالت میں بھی علیحدگی مشروط ہے کہ کسی گروہ کا حق پر ہونا ثابت نہ ہو) اس فتنہ سے مراد یہ نہیں ہے کہ مسلمانوں اور مرتدین کے درمیان قتال ہو (اور مسلمان اس میں شرکت نہ کریں) اسی طرح شیخ رحمہ اللہ نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ مرتدین کے خلاف قتال اس بناء پر نہیں چھوڑا جا سکتا کہ یہ ان لوگوں کے ساتھ مشابہ ہوگا جو مجبور کیے گئے نکلنے پر۔ جب کہ ہمیں ان کے ساتھ قتال کا حکم دیا گیا ہے اور ان کی صفوں میں موجود جو بھی ہو ان کے خلاف بھی قتال کرنے کا حکم ہے۔ اگر ان میں کوئی مجبور بھی ہو تو وہ قیامت کے دن اپنی نیت کے مطابق اٹھایا جائے گا جیسا کہ حدیث جیش غزوہ کعبہ کے بارے میں آتا ہے۔ ان کے علاوہ بھی اہم امور جن پر شیخ رحمہ اللہ نے اپنی علمی وسعت اور صحیح نقطہ نظر کے مطابق روشنی ڈالی ہے اور مدلل بحث کے ساتھ ساتھ وہ باریک استنباط کیے ہیں کہ جو اکثریت کی نظروں سے اوجھل رہتے ہیں اس لیے کہ ان کی علمی وسعت شیخ الاسلام رحمہ اللہ جتنی نہیں ہوتی۔ اگر چہ ان تمام معاملات کی تفصیل تو یہاں ممکن نہیں ہے جن کے لیے میں نے یہ چند سطور لکھے ہیں صرف اللہ سے رجوع کیا جا سکتا ہے اس سے دعا کی جا سکتی ہے اور ہم اسی سے دعا کرتے ہیں اور یہ رسالہ مسلمانوں کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں تا کہ نقطۂ نظر کی تصحیح اور رائے کی یکسوئی حق کو اختیار کرنے کا سبب بن جائے اور اللہ سے یہ بھی دعا ہے کہ ہمیں اخلاص عمل اور ہدایت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تنبیہ

مکمل استفادہ کی غرض سے ہم نے اس رسالہ کو متعدد فصلوں میں تقسیم کیا ہے۔ ہر فصل میں کئی عنوان ہیں۔ ہر عنوان شیخ رحمہ اللہ کی آراء کا خلاصہ ہے جو اس عنوان کے تحت بیان ہوتی ہیں یہ اس لیے کیا گیا ہے کہ قارئین کی توجہ مرکوز رہے اور مقاصد اس کے ذہن میں واضح ہوتے رہیں ہم نے مشکل مقامات پر حواشی کا بھی اہتمام کیا ہے مگر رسالہ کے اصل کو نہیں چھیڑا گیا۔ ہم نے بیروت اور بغداد سے شائع شدہ نسخوں پر اعتماد کیا ہے۔ یہ امام رحمہ اللہ کے فتاویٰ کبری میں صفحہ ۳۳۰ تا ۳۵۸ اور ایک نسخہ میں صفحہ ۲۷۹ تا ۳۰۲ موجود ہے۔

فصل:

جہاد کی فضیلت اور اس جو بھی اس میں شامل ہے۔
اور نفلی عبادت و گوشہ نشینی پر جہاد کی فضیلت

سوال حدیث میں آتا ہے:

((حرس ليلة على ساحل البحر أفضل من عمل رجل في أهله ألف سنة))

''ساحل سمندر پر ایک رات کا پہرہ گھر میں ایک ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے۔''

اور مکہ، بیت المقدس اور مدینہ منورہ میں عبادت کی نیت سے رہنا۔ اللہ کی عبادت کے لیے گوشہ نشین ہونا دمیاط۔ اسکندریہ اور طرابلس میں پہرہ دینے کی نیت سے رہنا ان میں کون سا عمل بہتر اور افضل ہے؟

جواب الحمدللہ، مسلمانوں کی سرحدوں پر قیام (پہرہ) بہتر ہے ان تینوں مساجد میں گوشہ نشین ہو کر عبادت کرنے سے میرے خیال میں اس مسئلے میں کسی اہل علم کا اختلاف نہیں ہے۔ بہت سے ائمہ نے اس پر دلائل دیے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہرہ جہاد کا حصہ ہے جب کہ (ان مساجد میں) گوشہ نشینی کو زیادہ سے زیادہ حج کا حصہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿ اَجَعَلۡتُمۡ سِقَایَۃَ الۡحَآجِّ وَ عِمَارَۃَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ کَمَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ جٰہَدَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ؕ لَا یَسۡتَوٗنَ عِنۡدَ اللّٰہِ ﴾ (التوبة=٩:١٩)

”کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور بیت اللہ کی تعمیر کو اس کے برابر قرار دیدیا ہے جو اللہ وآخرت پر ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرے۔ یہ (دونوں قسم کے افراد) اللہ کے ہاں برابر نہیں۔“

صحیحین میں روایت ہے رسول اللہ ﷺ سے سوال ہوا:

”أی الأعمال أفضل؟ قال: ((ایمان باللّٰہ ورسولہ، قیل: ثم ماذا؟ قال: ثم جهاد فی سبیلہ. قیل: ثم ماذا؟ قال: ثم حج مبرور)).

”کون سا عمل سب سے بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ سوال ہوا پھر کون سا؟ فرمایا اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ۔ سوال ہوا پھر کون سا عمل؟ آپ ﷺ نے فرمایا: حج مبرور۔“

ایک روایت میں آتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

((غزوة فی سبیل اللّٰہ أفضل من سبعین حجة)).

”اللہ کی راہ میں ایک غزوہ ستر (۷۰) حجوں سے افضل ہے۔“

صحیح مسلم میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

((رباط یوم ولیلة فی سبیل اللّٰہ خیر من صیام شهر وقیامه ، ومن مات مرابطاً مات مجاهداً وأجری علیه رزقه من الجنة وأمن الفتان)).

”اللہ کی راہ میں ایک دن یا رات کا پہرہ ایک ماہ کے قیام وصیام سے افضل ہے۔ جو اللہ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے مرگیا اس کے لیے جنت کا رزق جاری ہوگیا اور وہ فتنوں سے محفوظ ہوگیا“۔

سنن میں عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا:

((رباط يوم فى سبيل الله خير من ألف يوم فيما سواه من المنازل)).

”اللہ کی راہ میں ایک دن کا پہرہ گھروں یا دیگر مقامات پر گذاری جانے والی ایک ہزار راتوں سے بہتر ہے۔“

یہ بات عثمان رضی اللہ عنہ نے منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بتائی اور کہا کہ یہ سنت کی تبلیغ کے طور پر ہے۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی راہ میں ایک رات کا پہرہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں لیلۃ القدر میں حجر اسود کے پاس قیام کروں۔

اللہ کی راہ میں پہرہ دینے کے فضائل بہت زیادہ ہیں یہاں بیان کی گنجائش نہیں ہے۔

سوال ایک سپاہی ہو اور وہ چاہتا ہو کہ اس سے کام نہ لیا جائے؟

جواب اگر مسلمانوں کو اس سے منفعت ہے تو اسے چاہیے کہ بغیر کسی ایسی مصلحت کے جو مسلمانوں کے لیے زیادہ راجح ہو اس کام کو ترک نہ کرے بلکہ اسے تو اللہ کی راہ میں ہونے والے جہاد میں سے سب آگے ہونا چاہیے۔وہ جہاد کہ جو نفل عبادت جیسے نفل نماز، نفل روزہ، نفل حج سے افضل ہے۔

❀❀❀❀❀

فصل

جو آدمی شہادتین کا اقرار کرتا ہے مسلمان کہلاتا ہے اور پھر کچھ شرعی احکام سے روگردانی کرتا ہے؟

سوال علمائے کرام اور ائمہ دین کیا فرماتے ہیں ان تاتاریوں کے بارے میں جو شام پر یکے بعد دیگرے حملے کر رہے ہیں اور کلمۂ شہادت کا بھی اقرار کرتے ہیں خود کو مسلمان بھی کہتے ہیں اور اس کفر پر برقرار نہیں جس پر پہلے تھے؟

① کیا ان کے خلاف قتال کرنا واجب ہے یا نہیں ؟ان کے خلاف قتال کی کیا دلیل ہے؟ اس میں علماء کی کیا آراء اور مذاہب ہیں؟

② ان لوگوں کا کیا حکم ہے جو مسلمانوں کو چھوڑ کر ان سے جا ملتے ہیں۔ مسلمان فوجی یا افسران وغیرہ؟

③ ان کا کیا حکم ہے جو مجبوراً ان کے ساتھ دینے کے لیے نکلے ہیں؟

④ ان لوگوں کا کیا حکم ہے جو ان کی فوج کے ساتھ ہیں اور علماء وفقہاء اور فقیر وصوفی کہلاتے ہیں؟

⑤ اس آدمی کا کیا حکم ہے جو انہیں مسلمان کہتا ہے اور ان سے قتال کرنے والوں کو بھی مسلمان سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ دونوں ظالم ہیں کسی کا ساتھ نہیں دینا چاہیے؟

⑥ اس آدمی کی بات کے بارے میں کیا رائے ہے جو کہتا ہے کہ ان کے ساتھ ویسا ہی قتال کرنا چاہیے جیسا کہ تاویل کرنے والے باغیوں کے خلاف کرنا چاہیے؟

⑦ جماعت المسلمین اہل علم ،اہل القتال واہل الاموال پر ان کے بارے میں کیا ذمہ داریاں ہیں؟

برائے کرم فتوی اور جواب عنایت فرمائیں اس لیے کہ یہ معاملہ بہت سے مسلمانوں کے لیے بہت بڑی الجھن کا باعث بنا ہوا ہے یا تو ان کے بارے میں علم نہ ہونے کی وجہ سے اور کبھی ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ ورسول اللہ ﷺ کے حکم سے عدم واقفیت کی وجہ سے۔

جواب ان کے خلاف قتال واجب ہے یہ کتاب وسنت اور ائمہ مسلمین کے اتفاق سے ثابت ہے۔اس کی بنیاد دو باتوں پر ہے:[1]

① ان کے حال سے واقفیت۔

② ان جیسے لوگوں کے بارے میں اللہ کے حکم سے واقفیت۔

جہاں تک پہلی والی بات کا تعلق ہے تو جو بھی ان (تاتاریوں) سے ملا وہ ان کی حالت سے واقف ہے اور جو ان سے نہیں ملا اسے تاریخ سے ان کے بارے میں معلوم ہوا ہے۔ پہلے ہم ان سے متعلق بڑی اور موٹی موٹی باتیں ذکر کریں گے اس کے بعد دوسرے اصول کی وضاحت کریں گے جس کا تعلق کہ شریعت اسلامیہ کے علم رکھنے والوں سے ہے۔[2]

---

[1]: دیکھا جائے تو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان پر حکم لگانے میں دو اصولی باتوں کو بنیاد بنایا ہے:

(۱): قوم کی حالت۔ (۲): اوران جیسے لوگوں کے بارے میں اللہ ورسول اللہ ﷺ کے حکم سے واقفیت۔

یعنی شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے مکمل فقیہ اور قاضی کی حیثیت ولیاقت کے ساتھ بات کی ہے پہلے ان لوگوں کی حالت پر غور کیا اس کے بعد ان پر اللہ ورسول اللہ ﷺ کا حکم لاگو کیا۔اگر ایسا نہ کرتے تو اکثر جب حالت سے واقفیت نہیں ہوتی تو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا صحیح حکم بھی نہیں لگایا جاسکتا اسی طرح اگر اللہ کے حکم سے واقفیت نہ ہو تب بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے۔

[2]: یہاں ابن تیمیہ رحمہ اللہ ایک اصول پیش کرتے ہیں یعنی اللہ ورسول اللہ ﷺ کا حکم اس کے بعد وہ دوسرا اصول ذکر کریں گے ۔جیسا کہ صفحہ ۲۰ میں آئے گا۔ان شاء اللہ

''ہر وہ گروہ جو اسلام کے ظاہری متواتر شرائع میں سے کسی ایک سے نکل گیا تو باتفاق مسلمین اس کے خلاف قتال واجب ہے اگر چہ وہ شھادتین کا اقرار کرتا ہو۔''[1]

اگر یہ لوگ شھادتین کا اقرار کریں اور پنج وقتہ نمازوں سے انکار کریں تو ان کے خلاف قتال واجب ہے جب تک نمازیں نہ پڑھیں۔اگر زکاۃ دینے سے انکار کریں تو ان کے خلاف قتال واجب ہے جب تک زکاۃ ادا نہ کریں۔اگر رمضان کے روزوں اور حج سے انکار کریں یا شریعت کی طرف سے حرام کردہ کسی چیز کی حرمت یا شراب ،فواحش ،زنا، جوا کی حرمت سے انکار کریں ۔یا جان ومال وعزت کے بارے میں کتاب وسنت کے مطابق فیصلے سے انکار کریں ۔امر بالمعروف ونہی عن المنکر ۔کفار سے جہاد سے انکار کریں (تو قتال واجب ہے) جب تک انہیں تسلیم نہ کرلیں اور جزیہ نہ دیں ۔اسی طرح اگر ایسی بدعت کا اظہار کرتے ہیں جو کتاب وسنت اتباع سلف ،کسی امام کی اتباع کے خلاف ہو جیسے اللہ کے ناموں اور آیات یا قدرت وقضاء کی تکذیب یا اس کی تکذیب جس پر جماعت المسلمین خلفاء کے دور سے اب تک کاربند ہے یا سابقین اولین مہاجرین وانصار پر طعن یا مسلمانوں کے خلاف قتال تاکہ انہیں اپنی اس اطاعت میں شامل کرلیں جو شریعت سے خارج کرنے والی ہے اسی طرح دیگر امور اگر ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ﴾ (الانفال=۸:۳۹)

''ان سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین مکمل طور پر اللہ کے لیے

---

[1] یہ ایک اہم اصول پر مبنی ہے وہ یہ کہ الفاظ ان کے معانی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں ذات کی طرف نہیں جیسا کہ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اعلام الموقعین میں لکھا ہے کہ جس نے شھادتین کا زبان سے اقرار کیا اور پھر اس کے مقتضا یعنی توحید عبادت تحاکم الی شرعہ کو ادا نہیں کیا تو وہ شھادتین کو سچ ثابت کرنے والا شمار نہ ہوگا دین اسلام سے خارج ہوگا اگر چہ زبانی اقرار کرتا ہو۔

ہو جائے۔''

جب کچھ دین اللہ کے لیے اور کچھ غیر اللہ کے لیے ہو تو قتال واجب ہے جب تک کہ مکمل طور پر اللہ کے لیے نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝
فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ (البقرۃ=۱:۲۷۸-۲۷۹)

''ایمان والو، اللہ سے ڈر جاؤ اور سود میں سے جو باقی ہو اسے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو اللہ و رسول (ﷺ) سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔''

یہ آیات اہل طائف کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جو مسلمان ہو گئے تھے۔ نمازیں پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے مگر سودی کاموں میں ملوث تھے تو اللہ نے یہ آیت نازل کر دی اور مومنوں کو حکم دیا کہ سود میں سے جو بقایا ہو وہ چھوڑ دو اور فرمایا کہ اگر ایسا نہ کرو گے تو اللہ و رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جنگ کا اعلان ہے۔ قرآن میں حرام کی گئی اشیاء میں سے سود سب سے آخر میں حرام کیا گیا ہے۔ جب ایک شخص اللہ و رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے سے نہیں رکتا تو وہ دیگر محرمات سے کیسے اجتناب کرے گا؟

❀❀❀❀❀

فصل

ان شرائع اسلام سے انکار کرنے والوں سے قتال باغیوں سے قتال نہیں بلکہ مرتدین سے قتال ہے

نبی ﷺ سے خوارج کے ساتھ قتال کرنے کی روایات کثیر تعداد میں موجود ہیں اور اہل علم کے نزدیک متواتر ہیں جنھیں بخاری رحمہ اللہ نے تین طرق سے روایت کیا ہے۔امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں: خوارج کے بارے میں احادیث صحیح ہیں دس طرق سے مروی ہیں جنھیں مسلم نے روایت کیا ہے سنن ومسانید میں دیگر طرق بھی ہیں۔ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: یہ اپنی نمازوں کے مقابلے میں تمہاری نمازوں کو حقیر جانیں گے اور تمہارے روزوں کو اپنے روزوں ،تمہاری قراءت کو اپنی قراءت کے مقابلے میں۔قرآن پڑھیں گے مگر ان کے گلے سے نیچے نہیں جائے گا۔یہ اسلام سے ایسے خارج ہوں گے جیسے تیر کمان سے۔انہیں جہاں پاؤ قتل کردو ان کے قتل کا اللہ کے ہاں اجر ہوگا قیامت کے دن۔اگر میں انہیں پاؤں تو قتل کروں گا عاد کے قتل کی طرح۔

ان لوگوں کے ساتھ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ قتال کیا اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کے ساتھ ان کے قتل پر اتفاق کیا اور سلف وائمہ نے ان کے قتال میں اختلاف نہیں کیا جیسا کہ صفین وجمل میں کیا ہے۔فتنہ قتال میں (صفین وجمل) صحابہ رضی اللہ عنہم کے تین گروہ تھے:

① علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے والے۔

② ان کے خلاف۔

③ غیر جانبدار

جبکہ خوارج کے بارے میں ایک بھی صحابی نے اختلاف نہیں کیا۔ ❶

صحیح بخاری میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تمرق مارقة على حين فرقة من المسلمين تقتلهم أولى الطائفتين بالحق. وفى اللفظ أدنى الطائفتين الى الحق)).

''ایک نکلنے والا گروہ (اسلام سے) نکلے گا جب مسلمانوں میں تفرقہ ہوگا ان سے قتال کرے گا وہ فرقہ جو حق کے زیادہ قریب ہوگا۔''

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھ معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی بنسبت حق کے زیادہ قریب تھے۔ اور یہ جو اسلام سے نکلنے والا گروہ تھا اس کا حکم ان دونوں میں سے کسی کا بھی حکم نہیں تھا۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکلنے والے گروہ کے ساتھ قتال کرنے کا حکم دیا تھا بلکہ صحیح حدیث میں آتا ہے۔ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ:

---

❶ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی رائے ہے کہ قتال کی تین قسمیں ہیں:

① تاویل کرنے والے باغیوں کے خلاف قتال۔ جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ نے اہل صفین و اہل جمل کے خلاف قتال کیا۔

② خوارج اسلام سے نکل جانے والوں کے خلاف قتال کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا۔

③ دین سے خارج ہونے والے مرتدین کے خلاف قتال۔

یہ تینوں قسم کا قتال ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے کلام کے درمیان ملاحظہ کیا جا سکے گا۔ آخری دونوں قسمیں اسلام سے مرتد ہونے کے لحاظ سے ایک ہو جاتی ہیں مگر ہر ایک کا معاملہ دوسرے سے مختص و علیحدہ ہے۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے انہیں الگ قسمیں بنایا ہے یہ اس قبیل سے ہے کہ جیسے اہل کتاب کے مشرکین کے خلاف قتال میں فقہی اختلاف باوجود دیکہ ان کے کفر پر اتفاق ہے۔

① علی رضی اللہ عنہ کا حروراء والے دن خوارج سے قتال۔

② جمل و صفین کے دن تاویل کرنے والے باغیوں کے خلاف علی رضی اللہ عنہ کا قتال۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

((ان ابنی هذا سید و سیصلح اللّٰه به بین الطائفتین عظیمتین من المسلمین)).

''میرا یہ بیٹا سردار ہے عنقریب اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن رضی اللہ عنہ کی تعریف کی اس بناء پر کہ اللہ ان کے ذریعے مسلمان گروہوں میں صلح کروائے گا جب ان کے ہاتھ پر بیعت ہو چکی تھی اور انھوں نے قتال ترک کر دیا اور زیادہ صحیح راستہ (صلح کا) اختیار کر لیا اور اپنے ساتھ صلح کرنے والے کا خون نہیں بہایا۔ اگر قتال کا حکم ہوتا تو حسن رضی اللہ عنہ کی تعریف اللہ کے حکم کو ترک کرنے اور منع کردہ پر عمل کرنے کی وجہ سے کبھی نہ ہوتی۔ اہل قبلہ میں سے جو قتال کے مستحق ہو اس کے ساتھ قتال کرنے میں علماء کی دو رائے ہیں:

① حروراء، جمل اور صفین میں علی رضی اللہ عنہ کے قتال کو بعض لوگ باغیوں کے خلاف قتال کہتے ہیں۔ اور اسی طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قتال مانعین زکاۃ کے خلاف بھی اسی طرح جو بھی اہل قبلہ کے خلاف قتال ہو (اس رائے کی غلطی ابن تیمیہ رحمہ اللہ چند سطر بعد واضح کریں گے) جیسا کہ ابوحنیفہ وشافعی اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے ماننے والوں سے بھی منقول ہے۔ یہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فاسق نہیں تھے بلکہ سب عدول تھے۔ یہ کہتے ہیں کہ اہل بغی عدول ہیں باوجودیکہ ان کے خلاف قتال ہوگا وہ اس طرح کی غلطی کرنے والے شمار ہوں گے جس طرح مجتہدین فروعی مسائل میں غلطی کرتے ہیں۔ ابن عقیل نے اس رائے کی مخالفت کی ہے وہ کہتے

---

③ اس رائے کی خرابی ابن تیمیہ رحمہ اللہ عنقریب واضح کریں گے۔

④ یعنی جو لوگ باغیوں، خوارج اور مسلمان کہلانے والے مانعین زکاۃ کے خلاف قتال کو برابر و یکساں قرار دیتے ہیں۔ اور بعض فقہاء خوارج کو مرتد نہیں سمجھتے اس لیے شرائع کا التزام نہ کرنے والوں کو ان کے ساتھ نہیں ملاتے انہیں مرتدین کے ساتھ ملاتے ہیں۔

ہیں باغی فاسق ہیں ان لوگوں نے اپنے زمانے کے باغیوں کو دیکھا کہ وہ فاسق تھے تو انھوں نے اُس دور کے باغیوں کو بھی ایسا ہی سمجھا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ ان (فساق) میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو شامل نہیں سمجھتے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بعض خواہش پرست معتزلہ فاسق کہتے ہیں جیسا کہ بعض اہل خواہش خوارج وروافض صحابہ رضی اللہ عنہم کو کافر کہتے ہیں (نعوذ باللہ) جبکہ یہ ائمہ فقہاء اہل سنت والجماعت کا مذہب نہیں ہے۔

یہ لوگ یہ بھی نہیں کہتے کہ ان (باغیوں کے) اموال محفوظ ہیں اور قتال کے دوران جو مال برباد ہوا ان کا معاوضہ مالک کو نہیں دیا جائے گا۔جمہور کہتے ہیں کہ قتال میں برباد ہونے والے مال کا معاوضہ کسی کو نہیں دیا جائے گا دونوں گروہوں (فساق وباغیوں) کو۔زھری رحمہ اللہ کہتے ہیں: فتنہ جب برپا ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کثیر تعداد موجود تھی انھوں نے اس بات پر اجماع کیا کہ قرآن کی تاویل کرنے والوں میں سے جس کی جان ومال برباد ہوا تو وہ رائیگاں ہے۔کیا جنگ کے دوران ان کے اسلحہ سے مدد لینی چاہیے جبکہ ضرورت بھی نہ ہو؟

اس میں دو رائے ہیں:

① احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں: جائز ہے۔شافعی رحمہ اللہ منع کرتے ہیں۔ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے رخصت دی ہے۔ان قیدیوں کے قتل بھاگنے والوں کے تعاقب کرنے ان کے زخمیوں پر حملہ کرنے میں اختلاف ہے ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جائز کہا ہے۔شافعی رحمہ اللہ نے منع کیا ہے۔احمد رحمہ اللہ کے مذہب میں بھی یہی مشہور ہے۔احمد کے مذہب میں ہے کہ قتال کی ابتداء میں بھاگنے والوں کا تعاقب کیا جائے گا۔اگر ان کا کوئی گروہ نہ ہو تو پھر ان کے قیدیوں کو قتل نہیں کیا جائے گا جیسا کہ سعید وغیرہ مروان بن حکم سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا علی رضی اللہ عنہ کی طرف جمل والے دن اعلان ہوا کہ بھاگنے والوں کا تعاقب نہیں کیا جائے گا زخمی کو کچھ نہیں کہا جائے گا جس

نے دروازہ بند کرلیا وہ امن میں ہے جس نے ہتھیار ڈال دیا وہ امن میں جو اس راہ کو اختیار کر چکے۔ ❶

تو اس کا خیال ہے کہ یہ تاتاری تاویل کرنے والے باغیوں کی طرح ہیں ان کے بارے میں انہی کی طرح کا فیصلہ کیا جائے گا جس طرح کہ کسی نے مانعین زکاۃ اور خوارج کو بھی انہی میں شامل کیا ہے ہم ان شاء اللہ اس رائے کی خرابی واضح کر دیں گے۔

② دوسرا طریقہ (یعنی اہل بغی، خوارج اور مانعین زکاۃ کو مختلف گروہ سمجھنا) مانعین زکاۃ اور خوارج وغیرہ کے خلاف قتال جمل وصفین والوں کے خلاف قتال کی طرح نہیں ہے، یہ جمہور ائمہ متقدمین میں سے منقول ہے۔ اسی کو وہ اہل سنت والجماعت کے اعتقاد میں ذکر کرتے ہیں یہی مذہب ہے اہل مدینہ امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ کا ائمہ حدیث احمد رحمہ اللہ وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ ان کے مابین فرق کو ائمہ نے کئی جگہ واضح کیا ہے۔ یہاں تک کہ اموال کے بارے میں بھی کسی نے خوارج کے مال کو بطور غنیمت کے لینا جائز قرار دیا ہے احمد رحمہ اللہ نے ابوطالب کی روایت میں بیان کیا ہے حروریہ کے بارے میں ان کا ایک گاؤں میں حصہ تھا وہ مسلمانوں کے خلاف قتال کے لیے نکلے مسلمانوں نے ان سے قتال کیا تو ان کی زمین مسلمانوں کے لیے مال فیٔ ہے اسے تقسیم کیا جائے گا اس کے پانچ حصے ان لوگوں کے لیے ہیں جو قتال میں شریک رہے یا امیر مسلمانوں کے لیے خراج رکھے اور تقسیم نہ کرے۔ جس طرح عمر رضی اللہ عنہ نے السواد کو زبردستی قبضہ کیا اور مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے خوارج کی زمین کو بھی کفار کی زمین کی طرح غنیمت قرار دیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ طریقہ صحیح ہے۔ اس لیے کہ نص اور اجماع سے ان

---

❶: جس نے اہل بغی وخوارج اور مانعین زکاۃ اہل قبلہ کو یکساں قرار دیا ہے اور ان سے قتال کو باغیوں سے قتال کہا ہے۔ بعض فقہاء خوارج کو مرتد نہیں سمجھتے لہٰذا شرائع کا التزام نہ کرنے والوں کو ان کے ساتھ نہیں ملاتے اور انھیں دین سے مرتد قرار دیتے ہیں۔

فرقوں کا فرق واضح ہو چکا ہے۔علی رضی اللہ عنہ کے عمل سے بھی فرق واضح ہوتا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نص موجود ہونے کی بناء پر خوارج سے قتال کیا اوراس پر خوش بھی تھے جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے اس پر اختلاف یا اعتراض نہیں کیا۔جبکہ صفین کے قتال کوانھوں نے ناپسند کیا اہل جمل وغیرہ کے بارے میں فرمایا تھا کہ ہمارے بھائی ہیں جنھوں نے بغاوت کردی (ہم پرزیادتی کی) تلوار نے انہیں پاک کردیا۔دونوں گروہوں نے لڑنے والے مقتولین کی نماز جنازہ پڑھی۔جبکہ خوارج کے بارے میں صحیحین میں علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرمارہے تھے:

((ستخرج قوم فی آخر الزمان حداث الأسنان سفهاء الأحلام يقولون من خير قول البرية ، لا يجاوزهم ايمانهم حناجرهم ، يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية ، فأينما لقيتوهم فاقتلوهم فان فی قتلهم أجراً لمن قتلهم يوم)).

”آخری زمانے میں نئی قوم پیدا ہوگی کم عقل۔تمام لوگوں سے اچھی بات کرے گی ان کا ایمان ان کے حلق سے آگے نہیں جائے گا دین سے ایسے نکلیں گے جیسے تیر کمان سے۔انھیں جہاں پاؤ قتل کردوان کو قتل کرنے والے کے لیے قیامت میں اجر ہے۔“

صحیح مسلم میں زید بن وھب رحمہ اللہ سے مروی ہے یہ اس لشکر میں تھے جسے علی رضی اللہ عنہ خوارج کے خلاف لڑنے کے لیے لے جارہے تھے۔علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرمارہے تھے:

((يخرج قوم من أمتی يقرء ون القرآن ليس قراء تكم الی قراء تهم بشئ ، ولا صلاتكم الی صلاتهم بشئ ، ولا صيامكم الی صيامهم بشئ ، يقرء ون

الـقـرآن يـحسبون أنه لهم وهو عليهم ، لا تجاوز صلاتهم تراقيهم ، يمرقون من الاسلام كما يمرق السهم من الرمية».

’’میری امت میں سے ایک قوم نکلے گی جو قرآن پڑھے گی تمہارا قرآن پڑھنا ان کے پڑھنے کے آگے کچھ نہ ہوگا۔نہ ہی تمہاری نمازیں اس کی نمازوں کے آگے نہ تمہارے روزے اس کے روزوں کے آگے۔وہ قرآن یہ سمجھ کر پڑھیں گے کہ وہ ان کے لیے ہے حالانکہ وہ ان کے خلاف ہوگا۔ان کی نماز ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی ۔اسلام سے اس طرح نکلیں گے جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے۔‘‘

اگر وہ لشکر جو ان سے لڑے گا یہ جان جائے کہ رسول اللہ ﷺ کی زبانی ان کے لیے کیا کچھ ہے تو وہ دیگر عمل ترک کر دیں گے۔اس قوم کی نشانی یہ ہے کہ ان میں سے ایک آدمی ہوگا جس کا بازو ہے ہاتھ نہیں ہے اس کا (کٹا ہوا) بازو ایسے ہوگا جیسے عورت کا پستان اس پر سفید بال ہوں گے۔فرمایا یہ لوگ معاویہ کی طرف شام والوں کے پاس جائیں گے اور تمھیں اپنے اموال واولاد میں چھوڑ دیں گے مجھے امید ہے کہ وہ یہی قوم ہے انھوں نے حرام خون بہایا ہے لوگوں پر حملہ کیا ہے اللہ کا نام لے کر چلو۔جب خوارج سے ہمارا سامنا ہوا تو ان کا کمانڈر یا سردار اس دن عبداللہ بن وھب تھا اس نے ان سے کہا نیزے پھینک دو اور تلواریں نکال لو میں تمھیں اسی طرح قسم دیتا ہوں یا جنگ کے لیے کہتا ہوں جس طرح انھوں نے حروراء والے دن کیا تھا وہ واپس آئے نیزے چھوڑ کر تلواریں اٹھالیں لوگوں نے ان کو نیزوں سے گھیر لیا۔ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوگئے۔اس دن صرف دو آدمی مارے گئے۔علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان میں سے بازو کٹے کو تلاش کرو انھوں نے تلاش کیا مگر نہیں ملا۔علی رضی اللہ عنہ تلوار لے کر کچھ لوگوں کے پاس گئے جو ایک دوسرے کی طرف متوجہ تھے آپ نے کہا انہیں پیچھے دھکیل دو۔تو اس آدمی کو زمین پر گرا پایا۔آپ نے اللہ اکبر

کہا پھر فرمایا: اللہ نے سچ کہا رسول اللہ ﷺ نے پہنچا دیا۔عبیدہ سلیمانی نے کھڑے ہو کر سوال امیر المؤمنین کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے؟ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے تین مرتبہ قسم کھا کر انھوں نے یہ بات کہی ۔امت خوارج کی گمراہی و مذمت پر متفق ہے البتہ ان کی تکفیر میں اختلاف ہے اس میں مالک و احمد رحمہما اللہ کے مشہور قول ہیں ۔شافعی رحمہ اللہ کے مذہب میں ان کے بارے میں دو باتیں یا رائے ہیں:

① یہ باغی ہیں۔[1]

② وہ کافر مرتد ہیں ان کا قتل جائز ہے ان کے قیدیوں کا قتل بھی جائز ہے ان کے بھاگنے والوں کا تعاقب کیا جائے گا اور جو پکڑا گیا اس سے مرتد کی طرح توبہ کروائی جائے گی ورنہ قتل کیا جائے گا۔

جیسا کہ مانعین زکاۃ کے بارے میں ان کا مذہب ہے کہ اگر زکاۃ نہ دینے کی وجہ سے یہ مانعین امام سے قتال کریں گے تو کیا انہیں کافر کہا جائے گا جبکہ یہ لوگ زکاۃ کے وجوب کے اقراری ہوں؟ اس میں دو روایتیں یا قول منقول ہیں۔ یہ سب اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مانعین زکاۃ کے خلاف اور علی رضی اللہ عنہ کا خوارج کے خلاف قتال ایسا نہیں ہے جیسا جنگ صفین و جمل والوں کے خلاف قتال تھا۔علی رضی اللہ عنہ کا خوارج کے بارے میں جو قول ہے وہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ خوارج کو ان لوگوں کی طرح قرار نہ دیا جائے جو اصل دین سے مرتد ہیں ائمہ سے یہی منقول ہے جیسے امام احمد وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم۔ان کا حکم اہل جمل و صفین والا نہیں ہے بلکہ یہ تیسری

---

[1]: یہ بات کہنے والے مانعین زکاۃ کی طرح کے شبہ میں مبتلا ہیں کہ ان کے خلاف ابوبکر رضی اللہ عنہ نے باغی سمجھ کر قتال کیا مرتد سمجھ کر نہیں جب کہ دوسری رائے والے کہتے ہیں کہ مانعین زکاۃ کا شبہ صحیح نہیں تھا لہذا وہ مرتد ہیں البتہ دونوں گروہ مانعین زکاۃ فی عصر الصدیق کے ارتداد پر متفق ہیں۔

قسم ہیں یہ تینوں اقوال میں سب سے صحیح قول ہے ان کے بارے میں۔

اور شہادتین کا اقرار کرنے والے کچھ لوگوں کے خلاف صحابہ رضی اللہ عنہم نے قتال کا مثلاً مانعین زکاۃ جیسا کہ صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں سے کیسے قتال کریں گے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

((أمرت أن اقاتل الناس حتی یشهدوا أن لا اله الا اللّٰه وأني رسول اللّٰه فاذا قالوها عصموا مني دماء هم وأموالهم الا بحقها)).

’’مجھے لوگوں سے اس وقت تک کے لیے قتال کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ نہ کہہ دیں جب یہ کہہ دیں تو اپنی جان و مال مجھ سے بچا لیں گے مگر اس کے حق کے ساتھ۔‘‘

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ کیا آپ نے **"الا بحقها"** حق کے ساتھ نہیں کیا تھا؟ زکاۃ ہی تو وہ حق ہے۔ اللہ کی قسم انھوں نے ایک رسی بھی روک لی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دیتے تھے تو میں اس پر بھی ان سے قتال کروں گا۔ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ واقعی اللہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا تھا قتال کے لیے اور میں نے جان لیا کہ یہ حق ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم و ائمہ رحمۃ اللہ علیہم کا اتفاق ہے مانعین زکاۃ کے خلاف قتال کرنے پر اگر چہ وہ پنجوقتہ نمازیں پڑھتے ہوں اور رمضان کے روزے رکھتے ہوں چونکہ ان لوگوں کا کوئی مشہور شبہ نہیں ہے جو قابل قبول ہو لہٰذا یہ لوگ مرتد ہیں زکاۃ نہ دینے پر ان کے خلاف قتال کیا جائے گا اگر چہ وہ وجوب کا اقرار کرتے ہوں جیسا کہ اللہ نے حکم دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا: ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً﴾ ’’آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے مال سے زکاۃ لیں (التوبة=۹:۱۰۳)۔‘‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال سے اب زکاۃ ساقط ہو گئی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے خلاف بھی قتال کا حکم دیا تھا جو شراب

پینے سے نہیں رکتے تھے۔

فصل

ان لوگوں کی حالت سے واقفیت تا کہ ان کے بارے میں اللہ کا حکم معلوم ہو سکے

دوسرا اصول: ان لوگوں کی حالت سے واقف ہونا یہ بات تو معلوم ہے کہ ان لوگوں کی حالت سے واقف ہونا یہ بات تو معلوم ہے کہ ان لوگوں نے شام پر پہلی مرتبہ ۹۹ ھجری میں حملہ کیا لوگوں کو امان دی اور منبر پر اس کا اقرار کیا مگر اس کے باوجود انھوں نے مسلمانوں کے بچوں کو قید کیا جن کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ بتائی جاتی ہے ۔اور بیت المقدس ،نابلس ،حمص ،داریا اور جبل الصالحیہ وغیرہ میں قتل وغارت کی اور لوگوں کو قید کیا جن کی تعداد اللہ ہی بہتر جانتا ہے ان کی تعداد ایک لاکھ بتائی جاتی ہے یہ لوگ مسلمانوں کی خوبصورت عورتوں سے مساجد میں بدکاری کرتے تھے اور جامع مسجد کو انھوں نے بدکاری کا اڈہ بنالیا تھا ہم نے ان کے فوجیوں اور عام لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ نمازیں نہیں پڑھتے تھے ان کی فوج میں نہ کوئی امام ہوتا تھا نہ کوئی مؤذن ۔انھوں نے مسلمانوں کا مال اور اولاد کو لوٹا ان کی بستیاں اجاڑ کر رکھ دیں ان کی حکومت میں بدترین لوگ شامل ہوتے تھے ،زندیق ومنافق جو دل سے اسلام کا عقیدہ نہیں رکھتے تھے یا بدترین بدعتی جیسے روافض ،جھمیہ واتحادیہ وغیرہ یا جو سب بڑا گناہگار وبدکردار ہوتا تھا ۔یہ لوگ استطاعت کے باجود بھی حج نہیں کرتے تھے اگرچہ ان میں کچھ نمازی وروزے دار بھی تھے مگر ان کی اکثریت روزہ نماز اور زکاۃ کی ادائیگی نہیں کرتے تھے ۔یہ لوگ چنگیز خان کی حکومت کے لیے لڑتے تھے جو ان کی اطاعت قبول کر لیتا یہ اسے اپنا دوست بنالیتے اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں اور جو ان کی اطاعت نہ کرتا اسے دشمن بنالیتے اگرچہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔اسلام کے لیے وہ جنگ نہیں

کرتے تھے نہ ہی (غیر مسلموں پر) جزیہ رکھتے تھے بلکہ ان کے ہاں بڑے سے بڑا مسلمان بھی ان کے امراء وحکمرانوں کی اس طرح تعظیم کرتا تھا جس طرح کسی مشرک یہودی ونصارٰی کو کرنی پڑتی تھی۔ جیسا کہ شام میں مسلمانوں کے نمائندے کو ان کے سردار نے کہا تھا کہ ہم مسلمان ہیں اس نے کہا کہ اللہ کی طرف سے یہ دو بڑی نشانیاں آئی ہیں ایک محمد (ﷺ) اور دوسرا چنگیز خان۔ ان کا قرب حاصل کرنے کے لیے یہ سب سے بڑا ذریعہ تھا کہ محمد ﷺ اور چنگیز خان کو برابر قرار دیا جائے حالانکہ کہاں سید الانبیاء وسید ولد آدم محمد ﷺ اور کہاں بہت بڑا مشرک کافر، فسادی چنگیز خان؟ چنگیز خان کے بارے میں تاتاری بہت بڑا عقیدہ رکھتے تھے اسے اللہ کا بیٹا کہتے تھے جیسا کہ نصارٰی عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں رکھتے تھے۔ ❶

وہ کہتے تھے کہ سورج نے (چنگیز خان کی ماں کو حاملہ بنایا ہے وہ اس طرح کہ اس کی ماں ایک خیمے کے اندر تھی کہ سورج خیمے کے ایک سوراخ روشندان سے اندر آیا اور چنگیز خان کی ماں حاملہ ہوگئی۔ حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ولد الزنا تھا اس کی ماں نے زنا کیا اور اسے چھپانے کے لیے یہ دعوٰی کیا کہ سورج نے اسے حاملہ کیا ہے۔ اس کے باوجود تاتاری اس کو تمام رسولوں سے زیادہ تعظیم دیتے تھے یہاں تک کہ جس کے پاس مال ودولت ہوتی تو وہ کہتا کہ یہ چنگیز خان کا دیا ہوا رزق ہے۔ کھانے پینے کے بعد چنگیز خان کا شکر ادا کرتے تھے وہ لوگ چنگیز خان کے بنائے ہوئے طریقوں اور دین کے منکر کا قتل جائز سمجھتے تھے یہ ان کا طریقہ تھا کہ وہ اس ملعون کو جناب رسول اللہ ﷺ کے برابر قرار دیتے تھے یہ تو واضح ہے کہ

---

❶: یہ سب غلط عقائد دراصل وہ دروازے ہیں جن سے یہ لوگ کفر میں داخل ہوئے۔ یہ ضروری نہیں کہ کسی آدمی کے اندر کفر کی تمام باتیں پائی جائیں بلکہ کفر کی کوئی سی بھی ایک صورت پائی جائے تو وہ بھی کافی ہے اس کو کافر قرار دینے کے لیے مثلاً جو شخص رسول اللہ ﷺ کو گالی دیتا ہے یا آپ ﷺ کے دین کو برا بھلا کہتا ہے وہ کافر ہے اگرچہ کسی لحاظ سے وہ کافر نہ بھی ہو۔

مسیلمہ کذاب اس کی بنسبت مسلمانوں کے لیے کم نقصان دہ تھا۔اس کا تو دعوٰی تھا کہ وہ محمد ﷺ کے ساتھ رسالت میں شریک ہے اس بنا پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کے خلاف قتال کیا تو اس آدمی کا کیا حکم ہے جو محمد ﷺ کو چنگیز خان کے برابر قرار دیتا ہے؟ یہ لوگ اسلام کا دعوٰی کرنے کے باوجود چنگیز خان کے حکم کو اسلام پر مقدم رکھتے ہیں یہ لوگ چنگیز خان کے بنائے ہوئے قانون کے لیے اسی طرح قتال کرتے ہیں جس طرح مسلمان اسلام کے لیے کرتے ہیں بلکہ یہ اس کی اطاعت زیادہ کرتے ہیں اس کے لیے مال خرچ کرتے ہیں اس کے نائب ہونے کا اقرار کرتے ہیں اس کے حکم کی مخالفت نہیں کرتے مگر جس طرح کوئی امام کی اطاعت سے خارج ہونے والا امام کی نافرمانی کرتا ہے۔یہ لوگ مسلمانوں سے لڑتے ہیں ان سے دشمنی کرتے ہیں ان کو اس کی اطاعت پر مجبور کرتے ہیں انہیں اس بات پر بھی مجبور کرتے ہیں کہ یہ اپنے مال اس مشرک کافر بادشاہ کے لیے خرچ کریں جو فرعون ونمرود کی طرح بادشاہ بلکہ ان سے بڑھ کر فساد کرنے والا ہے۔اللہ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّ فِرۡعَوۡنَ عَلَا فِی الۡاَرۡضِ وَ جَعَلَ اَهۡلَهَا شِیَعًا یَّسۡتَضۡعِفُ طَآئِفَةً مِّنۡهُمۡ یُذَبِّحُ اَبۡنَآئَهُمۡ وَ یَسۡتَحۡیٖ نِسَآءَهُمۡ اِنَّهٗ کَانَ مِنَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ۝﴾ (قصص=۲۸:۴)

”فرعون نے زمین میں سرکشی کی ہے اور اس کے باشندوں کو گروہوں میں تقسیم کر دیا ایک گروہ دوسرے گروہ کو کمزور سمجھتا تھا ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا ہے عورتوں کو زندہ رکھتا تھا وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا۔“

جبکہ چنگیز خان نے تکبر وسرکشی کی اور یہ تمام ادیان کو ماننے والوں کو کمزور سمجھتا تھا مسلمان، یہود، نصارٰی مشرک جو بھی اس کی مخالفت کرتا تھا۔مردوں کو قتل کرتا تھا۔عورتوں کو قیدی بناتا، مال لوٹتا۔فصل ونسل برباد کرتا۔اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔یہ لوگوں کو انبیاء کرام علیہم السلام کے دین سے

ہٹا کر اپنے ایجاد کردہ دین اور کفریہ شریعت کا پیرو بناتا تھا یہ لوگ دعوٰی تو اسلام کا کرتے تھے مگر ان کفار کے دین کو اسلام پر ترجیح دیتے تھے اللہ و رسول اللہ ﷺ کے دین سے زیادہ ان کے دین کی اطاعت کرتے تھے مومنوں کے بجائے ان کفار سے دوستی کرتے تھے اور آپس کے تنازعات دین اسلام کے بجائے اپنے جاہلیت والے حکم کے مطابق حل کرتے تھے اسی طرح ان کی حکومت کے اکابر اور وزراء دین اسلام کو یہود و نصارٰی کے دین کی طرح قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ سب اللہ کی طرف جانے والے راستے ہیں جیسا کہ مسلمانوں میں چار مذاہب (حنفیت، شافعیت، حنبلی، مالکی مذاہب ہیں) [1]

ان میں سے ایسے بھی ہیں جو یہود و نصارٰی کے دین کو اور کچھ ایسے ہیں جو دین اسلام کو ترجیح دیتے ہیں یہ بات ان کے بارے میں بہت ہی عام اور مشہور ہے یہاں تک کہ ان کے فقہاء وعبادت گذار بھی خاص کر جھمیہ اتحادیہ فرعونیہ وغیرہ ان پر فلسفہ غالب آچکا ہے یہ اکثر فلسفہ اپنانے والوں کا مذھب ہے اسی مذھب پر اکثر نصارٰی اور یہود بھی ہیں۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ان کے علماء وعبادت گذاروں میں سے اکثر اس مذھب پر ہیں تو غلط نہ ہوگا۔ میں نے ان کے بارے میں بہت کچھ سنا اور دیکھا ہے جس کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ یہ بات تو بدیہی طور پر معلوم ومعروف ہے کہ اور اس پر مسلمانوں کا اجماع بھی ہے کہ جس نے دین اسلام کے علاوہ کسی اور دین اور شریعت محمدی ﷺ کے علاوہ کسی اور شریعت کو جائز قرار دیا تو وہ کافر ہے۔ اس کا کفر اس شخص جیسا ہے جو کتاب کے بعض حصے پر ایمان لاتا ہے اور بعض کا انکار کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّ الَّـذِيۡنَ يَكۡفُرُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يُّفَرِّقُوۡا بَيۡنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ

---

[1]: ایسا کرنے والوں کا حکم امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ چند سطور بعد ذکر کریں گے۔

يَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا۝

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا۝ (النساء=٤:١٥٠-١٥١)

’’جو لوگ اللہ ورسول ﷺ کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان کوئی راستہ اختیار کرلیں یہ لوگ حقیقی کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کیا ہے۔‘‘

یہود ونصاریٰ اور فلاسفہ اس میں داخل ہیں کہ کتاب کے بعض حصے پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔ یہود ونصاریٰ میں سے جس نے فلسفہ اپنایا اس کا کفر دو وجہ سے باقی رہا۔ جبکہ ان لوگوں کے وزراء جو اپنا مقصد اپنی رائے سے حاصل کرتے ہیں وہ بھی اسی طرح بننا چاہتے ہیں۔ اگر ایک یہودی فلسفی ہو اور پھر وہ اسلام کی طرف خود کو منسوب کرے اور اس میں یہودیت وفلسفہ باقی ہو اور اس کے ساتھ ساتھ رافضی بھی ہو تو یہ ان کے نزدیک سب سے بڑا اہل قلم ہوتا ہے اور ان کے نزدیک صاحبِ تلوار سے زیادہ بڑے مرتبہ والا ہوتا ہے۔ مومن کو اس سے عبرت لینا چاہیے۔ خلاصہ یہ کہ ہر قسم کا نفاق۔ زندیقیت اور الحاد تاتاریوں کے متبعین میں داخل ہو چکا ہے اس لیے کہ یہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ جاہل ہیں اور دین کی بہت کم معلومات رکھتے ہیں اور دین کی اتباع سے بہت دور ہیں اور سب سے زیادہ اپنی خواہشات وخیالات کی پیروی کرتے ہیں انھوں نے لوگوں کو چار اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ یال۔ باع۔ دانشمند اور طاط ۔یعنی دوست۔ دشمن۔ عالم اور عام۔ جو ان کی جاہلانہ اطاعت میں داخل ہو جاتا ہے اور ان کے کفریہ طریقے اپنا لیتا ہے وہ ان کا دوست ہے۔ جو ان کی مخالفت کرتا ہے وہ دشمن ہے اگرچہ اللہ کا نبی، رسول اور ولی ہی کیوں نہ ہو۔ جو بھی عالم یا دیندار کہلاتا ہے اسے یہ دانشمند کہتے ہیں جیسے فقیہ ۔زاہد۔ راہب۔ پادری۔ یہودی عالم۔ نجومی۔ جادوگر۔ طبیب۔ کاتب۔ حساب دان۔ یہ بتوں

کے پجاریوں کو بھی درجہ دیتے ہیں ان میں مشرکین واہل کتاب اوراہل بدعت میں سے درجات دیتے ہیں جو اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اوراہل علم والا یمان کوایک ہی قسم قرار دیتے ہیں بلکہ یہ قرامطہ۔ملاحدہ۔باطنیہ۔زنادقہ۔منافقین جیسے طوسی وغیرہ جوبھی عالم کہلاتا ہے اسے حاکم بناتے ہیں چاہے مسلمان ہو، یہودی ہو یا نصارٰی۔اسی طرح ان کا بے وقوف وزیر جسے الرشید کہتے وہ بھی اسی طرح کے فیصلے کرتا ہے۔بدترین مسلمانوں جیسے روافض اور ملاحدہ کو بہترین مسلمانوں اہل علم وایمان پر مقدم رکھتے ہیں۔یہاں تک کہ قاضی کے عہدے پر ان لوگوں کا تقرر کرتے ہیں جو زندیق۔ملحد اور اللہ ورسول ﷺ کے ساتھ کفر کرنے والے ہوں تا کہ وہ کفار، منافقین جیسے یہود۔قرامطہ۔ملاحدہ وروافض کے قریب ہوں۔جنھیں یہ دوسروں کی بنسبت زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔جبکہ یہ اسلام کا اظہار بھی کرتے ہیں اس لیے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں ہے کہ اکثریت مسلمانوں کی ہے۔یہاں تک کہ ان کا یہ ملحد منافق وزیر (الرشید) اس نے ایک کتاب لکھی جس کا مضمون تھا کہ رسول اللہ ﷺ یہود ونصارٰی کے دین پر راضی تھے اور آپ ﷺ ان کو برا نہیں سمجھتے تھے نہ ہی ان کی مذمت کرتے تھے اور نہ ان کے دین سے منع کرتے تھے نہ ہی اسلام لانے کا کہتے تھے اس کے لیے دلیل اس جاہل نے اس سورت سے لی تھی:

﴿قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الۡکٰفِرُوۡنَ ۝ لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ۝ وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ۝ وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ ۝ وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ۝ لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ ۝﴾ (الکافرون=۱۰۹:۱-۶)

''کہہ دیجیے (اے محمد ﷺ) اے کافرو میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی عبادت تم کرتے ہو اور تم اس کی عبادت نہیں کرتے جس کی میں عبادت کرتا ہوں اور تم اس کی عبادت کرنے والے نہیں جس کی میں عبادت کرتا ہوں اور میں اس کی عبادت کرنے والا

نہیں جس کی تم عبادت کرتے ہو تمہارے لیے تمہارا اور میرے لیے میرا دین ہے۔‘‘

اس کا خیال تھا کہ یہ سورت ان (یہود ونصاریٰ) کے دین پر رضامندی کا تقاضا کرتی ہے ۔اس نے کہا یہ آیت محکم ہے منسوخ نہیں اس کی بناء پر اس نے بہت سی باتوں کی جراءت کی ۔حالانکہ یہ اس کی جہالت ہے ورنہ ﴿ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝ ﴾ میں ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ جو کفار کے دین کے حق ہونے پر دلیل ہو یا اس کے پسندیدہ ہونے کی بلکہ یہ تو نبی ﷺ کے ان کے دین سے بری و بیزار ہونے کی دلیل ہے اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سورت شرک سے براءت و بیزاری ہے۔جیسا کہ ایک اور آیت میں آتا ہے:

﴿وَ اِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَ لَكُمْ عَمَلُكُمْ اَنْتُمْ بَرِيْٓــُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَ اَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (یونس=۱۰:۴۱)

’’اگر یہ لوگ آپ ﷺ کو جھٹلا دیں تو آپ کہہ دیں کہ میرے لیے میرا اور تمہارے لیے تمہارا عمل ہے تم اس سے بریٔ ہو جو میں عمل کرتا ہوں اور میں تمہارے اعمال سے بری و بیزار ہوں۔‘‘

لہٰذا ﴿ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝ ﴾ کا مطلب ہے:لنا أعمالنا ولكم أعمالكم. ہمارے لیے ہمارے اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں ۔اس کے بعد اسی کے تقاضا کا ذکر کیا کہ :﴿اَنْتُمْ بَرِيْٓــُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَ اَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝﴾ تم میرے اور میں تمہارے اعمال سے بریٔ ہوں ۔اگر مان بھی لیا جائے کہ اس سورت کا تقاضا ہے کہ ان (یہود ونصاریٰ) کو اپنا دین ترک کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تو اسلام کے دیگر متواتر دلائل اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ مشرکین واہل کتاب کو اسلام پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے اور انہیں بتلایا گیا ہے کہ وہ جس مذھب پر ہیں وہ کفر ہے اس کی وجہ سے وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائیں گے۔انھوں نے روافض

کو ترقی دی انہیں غالب کیا اور منبر پر خلفائے راشدین کے تذکرہ سے منع کیا علی رضی اللہ عنہ کا ہی تذکرہ کیا اور انھوں نے ان بارہ اماموں کی طرف دعوت دی جن کے بارے میں روافض کا عقیدہ ہے کہ وہ معصوم امام ہیں اور ابوبکر، عمر و عثمان رضی اللہ عنہم (نعوذ باللہ) کافر فاجر ظالم تھے ان کے لیے خلافت جائز نہ تھی اور نہ ہی ان کے بعد کسی کے لیے جائز تھی۔ روافض کا مذہب دین سے خارج ہونے والے خوارج کے مذہب سے بھی بدتر مذہب ہے اس لیے کہ خوارج کا انتہائی کفر یہ ہے کہ وہ عثمان اور علی رضی اللہ عنہما اور اس کے گروہ کو کافر کہتے ہیں جبکہ روافض ابوبکر، عمر، عثمان اور تمام سابقین اولین رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کافر کہتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا انکار خوارج کی بنسبت زیادہ کرتے ہیں ان میں کذب۔ افتراء۔ غلو اور الحاد اتنا ہے کہ جتنا خوارج میں نہیں۔ ان میں مسلمانوں کے خلاف کفار کی معاونت ہے۔ جو کہ خوارج میں نہیں ہے۔ روافض تاتاریوں اور ان کی حکومت کو پسند کرتے ہیں اس لیے کہ اس حکومت کی وجہ سے انہیں وہ عزت حاصل ہے جو مسلمانوں کی حکومت کی وجہ سے حاصل نہیں ہوسکتی۔ روافض مشرکین، یہود و نصاریٰ کی مدد کرتے ہیں مسلمانوں کے خلاف قتال کرنے میں۔ اسلام لانے سے پہلے مشرق کی سرزمین خراسان۔ عراق اور شام میں تاتاریوں کے داخل ہونے کا ذریعہ یہ روافض ہیں اسلامی ممالک پر تاتاریوں کے قبضہ میں سب سے زیادہ معاونت انہی روافض نے کی ہے۔ انہی کے تعاون سے تاتاریوں نے مسلمانوں کو قتل کیا ان کے بچوں اور عورتوں کو قید کر لیا۔ ابن علقمی (ملعون) جیسے لوگوں کا خلیفہ کے ساتھ معاملہ اور حلب کا واقعہ تو ہر خاص و عام کو اچھی طرح معلوم ہے۔ اسی طرح شام کے ساحلوں پر مسلمانوں اور عیسائیوں کی لڑائی میں روافض مسلمانوں کے خلاف عیسائیوں کا ساتھ دے رہے تھے اور انھوں نے ان کی مدد کی تاکہ تاتاری آجائیں۔ روافض کے لیے ساحلوں میں سے عکا کی فتح مشکل و اہم تھی۔ جب مسلمان عیسائیوں اور مشرکین پر غلبہ حاصل کرتے تو روافض کو دکھ ہوتا اور

جب مسلمان مغلوب ہوتے یہ لوگ جشن وخوشی مناتے ۔روافض میں زندیق اورملحد نصیریہ ۔اسماعیلیہ اورقرامطہ وغیرہ بے دین لوگ داخل ہوگئے ۔ یہ لوگ شام ۔عراق اورخراسان میں تھے ۔روافض جھمیہ ۔قدریہ بھی ہیں ان میں کذب ۔افتراء۔ بدعت اوراللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم پرخوارج کی بنسبت زیادہ جھوٹ باندھتے ہیں وہ خوارج جن کے خلاف صحابہ اورعلی رضی اللہ عنہم نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پرقتال کیا تھا۔ان روافض میں ان مانعین زکاۃ سے زیادہ ارتداد ہے جن کے خلاف ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قتال کیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کے جس بڑے عمل کی وجہ سے مذمت کی تھی وہ یہ تھا کہ یہ اہل اسلام سے قتال کریں گے اور دیگر ادیان والوں کو دعوت دیں گے جیسا کہ صحیحین میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«بعث علی الی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بذھیبة فقسمھا بین أربعة یعنی من أمراء نجد ، فغضبت قریش والأنصار قالوا یعطی صنادید أھل نجد ویدعنا، قال : انما أتألفھم. فأقبل رجل غائر العینین مشرف الوجنتین ناتیء الجبن كث اللحیة محلوق ، فقال : یا محمد اتق اللّٰہ. فقال من یطع اللّٰہ اذا عصیته؟ أیأمننی اللّٰہ علی أھل الأرض ولا تأمنونی. فسأله رجل قتله فمنعه ، فلما ولی قال : ان من ضئضئی ھذا أو فی عقب ھذا قوماً یقرؤون القرآن لا یجاوز حناجرھم یمرقون من الدین مروق السھم من الرمیة ، یقتلون أھل الاسلام ویدعون أھل الأوثان ، لئن ادركتھم لأقتلنھم قتل عاد». وفی لفظ فی الصحیحین عن أبی سعید قال : «بینما نحن عند رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھو یقسم قسما أتاه ذوالخویصرة وھو رجل میں بنی تمیم فقال : یا رسول اللّٰہ اعدل. فقال : ویلك فمن یعدل اذا لم أعدل ، قد خبت

وخسرت ان لم أكن أعدل۔ فقال عمر: يا رسول اللّٰه أتأذن لى فيه فأضرب عنقه. فقال: دعه فان له أصحاباً يحقر احدكم صلاته مع صلاتهم وصيامه مع صيامهم، يقرؤون القرآن لا يجاوز تراقيهم، يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية، ينظر الى نصله فلا يوجد فيه شيء، ثم ينظر الى رصافه فلا يوجد فيه شيء، قد سبق الفرث والدم، آيتهم رجل أسود احدى عضديه مثل ثدى المرأة أو مثل البضعة، يخرجون على حين فرقة من الناس))..

قال أبوسعيد: فأشهد أنى سمعت هذا الحديث من رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وأشهد أن على بن ابى طالب قاتلهم وأنا معه، فأمر بذلك الرجل فالتمس فأتى به حتى نظرت اليه على نعت رسول اللّٰه عليه وسلم الذى نعته)).

’’علی رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے پاس کچھ سونا بھیجا۔آپ نے چار امراء نجد میں اسے تقسیم کیا تو قریش وانصار کو اس پر غصہ آیا اور کہنے لگے آپ ﷺ نے قریش کے سرداروں کو دیا اور ہمیں چھوڑ دیا۔آپ ﷺ نے فرمایا: میں ان کی تالیف قلب کے لیے کر رہا ہوں ۔ایک آدمی آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوا جس کی آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں ۔گال ابھرے ہوئے تھے اونچی پیشانی والا تھا۔گھنی داڑھی تھی۔سر کے بال مونڈے ہوئے تھا۔اس نے کہا: اے محمد اللہ سے ڈر جاؤ۔آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں گا تو اس کی اطاعت اور کون کرے گا؟ اللہ نے مجھے اہل زمین کا امین بنایا ہے اور تم مجھے امین نہیں مانتے؟ ایک آدمی نے اس شخص کے قتل کی اجازت چاہی تو آپ

ﷺ نے منع کر دیا۔ جب وہ آدمی چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے پیچھے یا اس کی نسل میں سے ایک قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھے گی مگر ان کے حلق سے نیچے نہیں جائے گا یہ لوگ دین سے ایسے نکلیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ یہ لوگ اہل اسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے اگر میں انہیں پالوں تو انہیں عاد کی طرح قتل کروں۔ صحیحین میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی الفاظ ہیں کہ: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ ﷺ کچھ مال تقسیم فرما رہے تھے کہ بنو تمیم کا ایک آدمی ذوالخویصرہ آیا اور کہا اللہ کے رسول ﷺ عدل کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون عدل کرے گا؟ تو ناکام و نامراد ہو جائے اگر میں عدل نہ کروں؟ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ کیا آپ مجھے اس کی گردن مارنے کی اجازت دیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو اس کے ساتھی ہوں گے کہ ان کی نماز کے آگے تم اپنی نماز کو اور ان کے روزوں کے آگے تم اپنے روزوں کو کمتر خیال کرو گے۔ یہ لوگ قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے آگے نہیں جائے گا یہ لوگ دین سے ایسے نکلیں گے جیسے تیر شکار سے نکلتا ہے جب اس کے پھل کو دیکھتا ہے تو اس پر کچھ نہیں ہوتا۔ اس کے دوسرے حصوں پر بھی کچھ نہیں ہوتا وہ خون اور گوشت سے پار ہو چکا ہوتا ہے۔ ان کی نشانی ہے ایک کالا آدمی اس کا ایک بازو عورت کی پستان کی طرح گوشت کا ٹکڑا ہوگا۔ یہ تب نمودار ہوں گے جب لوگوں میں تفرقہ پیدا ہوگا۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ علی رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف قتال کیا میں بھی آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ علی رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کو تلاش کرنے کا حکم دیا اسے تلاش کر کے آپ

رضی اللہ عنہ کے سامنے لایا گیا میں نے اس میں وہ صفات دیکھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے بتائی تھیں۔''

یہ خوارج جن کی مذمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی اس مذمت کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ یہ اہل اسلام کو قتل کرتے ہیں اور بت پرستوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور یہ بھی آپ نے فرمادیا تھا کہ یہ لوگ اس وقت نمودار ہوں گے جب لوگ فرقے فرقے ہو چکے ہوں گے مگر اس کے باوجود خوارج نے کبھی مسلمانوں کے خلاف کفار کی معاونت نہیں کی جبکہ روافض مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد کرتے تھے ان کے لیے یہ کافی نہ ہوا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر کفار کے خلاف قتال کریں کہ کفار کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف قتال کرتے ہیں لہٰذا یہ دین سے زیادہ نکلے ہوئے ہیں بنسبت خوارج کے۔

جب خوارج وروافض نے جماعت المسلمین سے علیحدگی اختیار کرلی تو مسلمانوں نے ان کے قتل کے وجوب پر اجماع کیا جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل کیا۔تو اس کے ساتھ ساتھ جب یہ دین کے سب سے بڑی مخالفت کریں یعنی مشرکین کے احکام اپنائیں تو پھر ان کا کیا حکم ہوگا۔جو بھی فوجی افسر یا دیگر کوئی شخص ان کے ساتھ ملے گا اس کا حکم بھی وہی ہوگا جو ان کا ہے ان میں شرائع اسلام سے ارتداد بھی ہے یہ جتنے شرائع سے ارتداد کریں گے(وہ ارتداد ہی شمار ہوگا) جب سلف نے مانعین زکاۃ کو مرتد کہا ہے باجودیکہ وہ روزے رکھتے تھے نمازیں پڑھتے تھے اور جماعت المسلمین کے خلاف قتال نہیں کرتے تھے تو پھر اس شخص کا کیا حکم ہوگا جو اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کا ساتھ دیتا ہے اور مسلمانوں کے خلاف قتال کرتا ہے (مشرکین کے ساتھ ایسی دوستی کہ مسلمانوں کے خلاف قتال کے لیے ان کی صفوں میں شامل ہوا جائے اور ان کے کفر کی کسی صورت میں اشاعت کا سبب بن جائے یہ انہی کفار کے کفر کی طرح کفر شمار ہوتا ہے۔

فصل

شام ومصر کے مسلمان ہمیشہ سے اسلام کا لشکر ہیں اور یہ طائفہ منصورہ الظاھرۃ علی الحق ہیں جیسا کہ رسول ﷺ نے وصف بیان کیا ہے (طائفہ منصورہ کا)

اگرچہ ایسے وقت میں یہ اللہ ورسول اللہ ﷺ کے دشمن ونافرمان شام ومصر کی سرزمین پر قابض ہو چکے ہیں یہ (عمل) دین اسلام اور اس کی شرائع کے زوال کا سبب بنے گا۔اس وقت شام ومصر میں جو گروہ ہے وہ مسلمانوں کی خاطر لڑ رہا ہے لہٰذا اس وقت وہ تمام لوگوں کی بنسبت طائفہ منصورہ کہلانے کا زیادہ مستحق ہے جس کا ذکر اور تعریف رسول اللہ ﷺ نے کی ہے فرماتے ہیں:

«لا تـزال طـائـفة من أمتى ظاهرين على الحق لا يضرهم من خالفهم و لا من خذلهم حتى تقوم الساعة». وفى رواية لمسلم : «لايزال أهل الغرب»

''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا اس کی مخالفت کرنے والا اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔مسلم کی روایت میں ہے: مغرب والے ہمیشہ رہیں گے۔''

یہ بات رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں کی تھی لہٰذا مدینہ کا ہی مشرق ومغرب مراد ہوگا اس لیے کہ جو شخص جس شہر سے بات کرتا ہے اسی شہر کی سمتیں مراد ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ جب کوئی شخص مغرب سے اسکندریہ آتا ہے تو کہتے ہیں اس نے مشرق کی طرف سفر کیا۔اہل مدینہ شام والوں کو اہل المغرب کہتے تھے اور اہل نجد عراق کو اہل الشرق کہتے تھے جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی

روایت میں ہے:

((قدم رجلان من أهل المشرق فخطبا)) وفی روایة ((من أهل نجد))

''دو آدمی مشرق والوں میں سے آئے اور انھوں نے بات کی خطبہ دیا۔ایک روایت میں ہے ان کے لیے اہل نجد بھی آیا ہے۔''

اسی لیے احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں: اہل الغرب اہل شام ہیں جیسا کہ نجد و عراق شرق میں سے ہیں اور جو بھی ان سے برآمد ہوتا ہے وہ الشرق سے آنے والا شمار ہوتا ہے اور جو بھی شام و مصر سے آتا ہے اسے غرب میں شامل مانا جاتا ہے۔صحیحین میں ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے طائفہ منصورہ کے بارے میں کہا تھا:''وهم بالشام'' وہ طائفہ شام میں ہوگا۔وہی دراصل مغرب ہے انھوں نے پورے مغرب مصر، قیروان اور اندلس وغیرہ کو فتح کیا۔جب مدینہ منورہ مغرب وہ ہے جو اس کی غرب میں ہے تو پھر نیرہ وغیرہ مقامات مکہ کے خط طوال پر ہیں جو نیرہ کا مغرب ہے تو وہ مغرب ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے وعدہ لیا ہے (کہ طائفہ منصورہ ہوگا غالب رہے گا) ایک اور حدیث میں طائفہ منصورہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ بیت المقدس کے آس پاس ہوگا۔آج یہی (مصری و شامی) گروہ بیت المقدس کے قرب و جوار میں ہے۔اس وقت جو بھی شخص احوال عالم میں غور کرے گا وہ سمجھ جائے گا کہ یہی طائفہ اور گروہ اس وقت علم و عمل اور جہاد کے لحاظ سے پوری دنیا میں دین اسلام پر صحیح طرح قائم ہے اور دین کو سہارا دیے ہوئے ہیں۔

یہ لوگ اہل کتاب اور مشرکین کی بہت بڑی طاقت سے برسرپیکار ہیں۔ان کی جنگ نصاریٰ ۔مشرکین، ترکی، زنادقہ اور داخلی منافقین جیسے روافض و اسماعیلیہ، قرامطہ وغیرہ کے ساتھ بھی بہت پہلے سے جاری ہے۔آج مشرق و مغرب میں مسلمانوں کو جو عزت حاصل ہے وہ انہی کی وجہ سے ہے یہی وجہ ہے کہ جب ۶۹۹ھجری میں انہیں شکست ہوئی تو مسلمانوں پر مشرق و مغرب میں

ذلت ومصیبت آئی ۔اس کی تفصیلات اور واقعات کثیر تعداد میں ہیں جنھیں یہاں بیان نہیں کیا جاسکتا (یہ لوگ طائفہ منصورہ اس لیے ہیں کہ)اس وقت اہل یمن کمزور ہیں وہ جہاد کی طاقت نہیں رکھتے یا کرنہیں رہے وہ اس بادشاہ کے مطیع ہوچکے ہیں۔سنا ہے انہوں نے ان لوگوں اورمشرکین بادشاہ کی اطاعت قبول کرلی تھی جب ہ حلب آیا تھا اور وہاں قتل وغارت گری کی تھی ۔جبکہ حجاز کے باشندوں کی اکثریت شریعت سے خارج ہوچکی ہے ان میں بدعتی ،گمراہ اور بدکردار لوگ زیادہ ہیں ان میں اہل ایمان ودین کمزور عاجز ہیں اگراس وقت ان کے پاس قوت وطاقت ہوتی تو وہ ان علاقوں میں اہل اسلام کی مدد کرتے تھے۔اگر خدانخواستہ یہ گروہ (طائفہ منصورہ شام ومصر کا) کمزور ہوگیا تو حجاز میں بھی مسلمان بہت کمزور ہوجائیں گے اور وہاں روافض غالب آئیں گے اس وقت تاتاریوں کا بادشاہ جواللہ ورسول ﷺ سے برسرپیکار ہے متروک ہوچکا ہے اگر یہ غالب آگئے تو حجاز مکمل طور پر برباد ہوجائے گا۔ جہاں تک بات ہے افریقی ممالک کی تو وہاں دیہاتوں کا غلبہ ہے اور وہ بدترین لوگ ہیں بلکہ اس قابل ہیں کہ ان کے خلاف قتال کیا جائے۔جبکہ غرب اقصی پر انگریز قابض ہوگیا ہے مگر وہاں کے لوگ ان سے جہاد کے لیے تیار نہیں ہیں بلکہ ان کی فوج میں عیسائی بھی شامل ہیں اگر تاتاریوں نے ان علاقوں پر حملہ کیا تو اہل مغرب پر بہت براوقت آئے گا اس لیے کہ عیسائی ان تاتاریوں کے ساتھ مل جائیں گے اور یہ دونوں گروہ مل کر اہل مغرب کے خلاف کھڑے ہوں گے۔

لہٰذا ان تمام حالات کو مدنظر رکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت مصر اور شام میں جو گروہ ہے یہ اسلام کا لشکر ہے مسلمانوں اور اسلام کی عزت وغلبہ کا ذریعہ ہے ان کی کمزوری اسلام کی کمزوری ہوگی ۔اگران پر تاتاریوں نے غلبہ حاصل کرلیا تو اسلام کی قوت ختم ہوجائے گی نہ کوئی اسلام کا نام لیوا ہوگا نہ ہی کوئی ایسا گروہ روئے زمین پر ہوگا جس سے لوگ ڈرتے ہوں اور وہ لوگوں کی خاطر

جنگ کرے۔ [1]

❀❀❀❀❀

[1]: اس وقت مصر وشام میں جو کچھ ہو رہا ہے اور وہاں اسلام ومسلمانوں کے لیے لوگ جو کچھ کر رہے ہیں اس سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی سچائی واضح ہوتی ہے کہ طائفہ منصورہ شام میں ہو گا۔

فصل

مرتد کا حکم اصلی کافر سے بڑھ کر ہے

جوتا تاریوں کی طرف چلا گیا وہ تا تاریوں سے زیادہ قتال کا مستحق ہے اس لیے کہ تا تاریوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو مجبور ہیں اور کچھ مجبور نہیں ہیں۔ جبکہ یہ سنت تو قائم ہے کہ مرتد کی سزاء اصلی کافر کی سزاء سے بڑی ہوتی ہے۔ مثلاً

① مرتد کو ہر حال میں قتل کیا جاتا ہے اس پر جزیہ نہیں رکھا جاتا نہ ہی اسے ذمی کے طور پر رکھا جاسکتا ہے۔ بخلاف اصلی کافر کے۔

② مرتد کو قتل کیا جائے گا اگرچہ وہ لڑنے سے عاجز ہو بخلاف اصلی کافر کے اگر وہ قتال کرنے والوں میں نہیں ہے تو اکثر علماء جیسے ابوحنیفہ، مالک، شافعی واحد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ اسی لیے جمہور کا مذھب ہے کہ مرتد کو قتل کیا جائے جیسا کہ مالک، شافعی اور احمد کا مذھب ہے۔

③ مرتد کو نہ میراث ملتی ہے نہ اس کا نکاح کیا جاتا ہے نہ ہی اس کا ذبیحہ کھایا جاتا ہے۔ بخلاف اصلی کافر کے۔

جب اصلِ دین سے ارتداد اصلِ دین پر کفر کی بنسبت زیادہ بڑا کفر ہے تو اسلامی شرائع سے خروج بھی بہت بڑا جرم ہے بنسبت اصلی خروج کے ہر مومن جو تا تاریوں کی حالت سے واقف ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ مرتدین جن میں فارس وعرب دونوں کے لوگ شامل ہیں۔ یہ اصلی کفار ترک وغیرہ سے زیادہ برے ہیں۔ اس لیے کہ ان لوگوں نے شھادتین کا اقرار کیا مگر دین کے

بہت سے شرائع کو ترک کیا یہ عرب و فارس کے مرتدین سے بہتر ہیں۔

اس سے واضح ہوا کہ ان (تاتاریوں) کے ساتھ جو مسلمان ہیں وہ ان ترکوں سے بدتر ہیں جو کافر ہیں۔اس لیے کہ اصلی مسلمان جب بعض شرائع سے مرتد ہو جاتا ہے تو وہ اس سے زیادہ برا ہوتا ہے جو ان شرائع میں داخل ہی نہیں ہوا جیسا کہ مانعین زکاۃ تھے جن کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قتال کیا۔اگرچہ مرتد ہونے والا فقیہ ہو۔صوفی ہو تاجر ہو یا مصنف ہو۔یہ لوگ ان ترکوں سے بدتر ہیں جو ان شرائع میں داخل ہی نہیں ہوئے اور (صرف) اسلام کی طرف نسبت پر ہی مصر رہے ۔(یعنی اسلام کی طرف منسوب رہے اور شرائع ضائع کرتے رہے)۔اس لیے مسلمان جانتے ہیں کہ ان لوگوں سے اسلام کو جتنا نقصان پہنچ رہا۔وہ لوگ اسلام کے تابع ہیں شرائع اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں ان مرتدین کی بنسبت ان کی اتباع زیادہ ہے اور اہم ہے اگرچہ یہ لوگ علم اور دین کا کتنا ہی دعوٰی کریں۔ان میں زیادہ سے زیادہ جو لوگ ہیں وہ ملحد۔نصیریہ۔اسماعیلی اور رافضی ہی ہیں ان میں جو بہتر شمار ہوتے ہیں وہ جھمیہ اتحادیہ ہیں۔ان کے ساتھ جو مسلمان کے نام پر لوگ ملے ہوئے ہیں وہ منافق، زندیق اور فاسق و فاجر ہیں۔

فصل

مسلمان پر ان لوگوں کے خلاف مجبور و غیر مجبور کی تمیز کیے بغیر قتال واجب ہے

اگر ان کے ساتھ کوئی شخص مجبوراً (قتال کے لیے) نکلا ہے تو وہ اپنی نیت کے مطابق قیامت میں اٹھایا جائے گا ہم پر یہ لازم ہے کہ ہم پوری فوج و لشکر سے جنگ کریں۔اس میں مجبور و غیر مجبور کی تمیز نہ کریں۔ نبی ﷺ کی حدیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے: اس (بیت اللہ) کے خلاف لوگوں کا ایک لشکر جنگ کرے گا جب وہ بیداء میں پہنچے گا تو زمین میں دھنس جائے گا۔کسی نے سوال کیا اللہ کے رسول ﷺ ان میں اگر کوئی مجبور ہوا تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے یہ حدیث مستفیض کے درجے کی ہے کئی طرق سے مروی ہے کتب الصحہ نے عائشہ۔حفصہ۔ام سلمہ رحمۃ اللہ علیہن سے روایت کیا ہے۔صحیح مسلم میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پناہ لینے والا بیت اللہ میں پناہ لے گا تو اس کی طرف لشکر بھیج دیا جائے گا جب وہ لشکر بیداء مقام پر ہوگا تو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔میں نے کہا اللہ کے رسول ﷺ ان کا کیا بنے گا جو مجبوراً اس لشکر کے ساتھ ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ بھی دھنس جائیں گے لیکن قیامت کے دن اپنی نیتوں کے حساب سے اٹھائے جائیں گے۔

صحیحین میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ نے نیند میں کچھ ایسی بات کی کہ ہم نے کہا اللہ کے رسول ﷺ آپ نے تو نیند میں ایسا کچھ کیا جو پہلے نہیں کیا تھا؟ آپ ﷺ نے

فرمایا: تعجب ہے میری امت کے کچھ لوگ اس بیت اللہ کا قصد کریں گے (بغرض حملہ) ایک قریشی کی وجہ سے جس نے بیت اللہ میں پناہ لے رکھی ہوگی۔ جب یہ لوگ بیداء میں ہوں گے تو زمین میں دھنس جائیں گے۔ ہم نے کہا اللہ کے رسول ﷺ راستے میں تو بہت سے لوگ مل جاتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ان میں مدد چاہنے والا۔ مسافر اور پاگل بھی ہوں گے۔ سب ایک ساتھ ہلاک ہوجائیں گے۔، الگ الگ ٹھکانوں کی طرف جائیں گے اور قیامت میں نیتوں کے حساب سے اٹھائے جائیں گے۔ بخاری میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک لشکر کعبہ پر حملہ آور ہوگا جب وہ بیداء میں آئے گا تو پورا لشکر زمین میں دھنس جائے گا۔ میں نے کہا اللہ کے رسول ﷺ سب کیسے دھنسیں گے ان میں مجبور بھی ہوں گے اور ایسے بھی جو ان کا ساتھ نہیں دیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سب دھنسیں گے پھر اپنی اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائیں جائیں گے۔

صحیح مسلم میں حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس بیت اللہ میں پناہ لے گی ایک قوم جن کا کوئی دفاع کرنے والا۔ دشمن اور تیاری نہ ہوگی۔ ان کی طرف لشکر آئے گا جب وہ بیداء میں ہوگا تو دھنس جائے گا۔ یوسف بن ماہک کہتے ہیں: اس دن اہل شام مکے جا رہے ہوں گے۔ عبداللہ بن صفوان نے کہا اللہ کی قسم یہ وہ لشکر نہیں ہے اللہ اس لشکر کو ہلاک کرے گا جو بیت اللہ کی حرمت کو پامال کرنا چاہے گا ان میں مجبور وغیر مجبور سب ہوں گے اور پھر اپنی اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔ مومن مجاہدین پر کیسے واجب ولازم ہے کہ وہ مجبور وغیر مجبور میں تمیز کریں حالانکہ وہ تو جانتے بھی نہیں (کہ کون مجبور ہے؟) اگر کوئی دعوٰی بھی کرے کہ میں مجبوراً نکلا ہوں تو یہ دعوٰی کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ [1]

---

[1]: اس جملے کی وضاحت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ: (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جیسا کہ عباس بن عبدالمطلب جب بدر میں قید کر کے لائے گئے تو انھوں نے نبی ﷺ سے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ میں مجبور تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہم تمہارا ظاہر دیکھیں گے باطن کا علم اللہ کے پاس ہے۔ اگر اس (لشکر میں) نیک اور بہتر لوگ بھی ہوں اور ان کو قتل کیے بغیر اس لشکر سے قتال ممکن نہ ہو تو ان نیک لوگوں کو بھی قتل کیا جائے گا اس لیے کہ امت اس بات پر متفق ہے کہ اگر کفار نے کچھ مسلمانوں کو یرغمال بنالیا انہیں ڈھال کے طور پر استعمال کرنے لگے اور ان کو نہ مارنے سے مسلمانوں کے خاتمے کا اندیشہ ہو تو ان ڈھال بنائے گئے مسلمانوں کو قتل کرنا جائز ہے بشرطیکہ کفار سے جنگ کرنا مقصود ہو اگر مسلمانوں کے خاتمے کا اندیشہ نہ بھی ہو تب بھی بعض علماء نے ان یرغمالیوں کو مارنا جائز قرار دیا ہے۔ اگر کوئی شخص جہاد میں مارا گیا اور وہ حقیقت میں مظلوم تھا تو وہ شہید ہوگا قیامت میں اپنی نیت کے مطابق اٹھایا جائے گا اس کا قتل مومنین مجاہدین کے قتل سے بڑھ کر نہیں ہے اگر جہاد واجب ہو اور مومنوں میں سے کچھ لوگ بقضائے الٰہی قتل ہو جائیں تو کہا جائے گا کہ ان میں سے جو لوگ مارے گئے ہیں جہاد کی ضرورت کے لیے وہ اس سے بڑھ کر نہیں ہے۔ بلکہ نبی ﷺ نے مجبور شخص کو فتنہ کے وقت اپنی تلوار توڑنے کا حکم دیا ہے (فتنہ سے مراد ہے جس سے علیحدگی جائز ہو مثلاً دو مسلمان گروہوں کے درمیان جنگ ہو اور کسی کے حق ہونے کا فیصلہ نہ کیا جاسکتا ہو) اسے چاہیے کہ جنگ نہ کرے اگر مارا جائے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں

---

① انسان پر حکم اس کے ظاہر کے مطابق لگایا جاتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ظاہر پر حکم لگاتا ہوں اور باطن اللہ کے حوالے ہے۔

② جب قول و عمل میں تعارض ہو جائے تو حکم لگانے میں عمل کا اعتبار کیا جائے ایسے قول کا کوئی اعتبار نہ ہوگا جسے عمل جھٹلاتا ہو۔

③ اگر کوئی شخص دعوٰی کرے کہ وہ مجبور ہے تو جب تک کسی دلیل سے اس کی مجبوری ثابت نہ ہو اس کے دعوٰی کی کوئی حیثیت نہ ہوگی۔

ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((انها ستكون فتن ، ألا ثم تكون فتن ، ألا ثم تكون فتن ، القاعد خير فيها من الماشى والماشى فيها خير من الساعى ، ألا فاذا نزلت أو وقعت فمن كان له ابل فليلحق بابله ومن كانت له غنم فليلحق بغنمه ، ومن كانت له أرض فليلحق بأرضه۔ قال : فقال رجل : يا رسول الله أرأيت من لم يكن له ابل ولا غنم ولا أرض. قال : يعمد سيفه فيدق على حده بحجر ثم لينج ان استطاع النجاة. اللهم هل بلغت ، اللهم هل بلغت ، اللهم هل بلغت. فقال رجل : يا رسول الله أرأيت ان أكرهت حتى ينطلق بى الى احدى الصفين أو احدى الفئتين فيضربنى رجل بسيفه أو بسهمه فيقتلنى . قال : يبوء باثمه واثمك ويكون من أصحاب النار)).

''عنقریب فتنے ہوں گے۔پھر فتنے ہوں گے۔خبردار فتنے ہوں گے۔ان میں بیٹھا ہوا شخص چلنے والے سے اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا جب یہ فتنے آجائیں تو جس کے اونٹ ہیں وہ ان کے ساتھ رہے جس کے پاس بکریاں ہیں وہ ان بکریوں کے ساتھ رہے جس کے پاس زمین (کھیتی باڑی) ہے وہ اسی میں رہے۔ایک آدمی نے سوال کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی کے پاس اونٹ ،بکریاں اور زمین نہ ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اپنی تلوار توڑ دے پھر وہ ان فتنوں سے بچنے کی کوشش کرے۔اے اللہ میں نے پہنچا دیا۔اے اللہ میں نے پہنچا دیا۔اے اللہ میں نے پہنچا دیا۔ایک آدمی نے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ بتائیں اگر مجھے مجبور کر کے ایک گروہ اپنے ساتھ لے جائے اور کوئی آدمی مجھے تلوار یا نیزہ مار کر قتل کر دے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اپنا اور تمہارا گناہ

اپنے سر لے گا اور جہنمی ہوگا۔''

اس حدیث میں فتنہ کے دوران قتال سے منع کیا گیا ہے بلکہ تلوار توڑ کر یا علیحدہ رہ کر قتال سے خود کو بچائے اس میں مجبور وغیر مجبور سب شامل ہیں پھر وضاحت کردی کہ اگر مجبور کو قتل کر دیا گیا تو ظالم قاتل اپنا اور مقتول کا گناہ اپنے سر لے گا۔ جیسا کہ آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کے واقعہ میں اللہ نے بتلایا ہے کہ: مظلوم نے کہا تھا:

﴿ اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ تَبُوۡٓاَ بِاِثۡمِیۡ وَ اِثۡمِکَ فَتَکُوۡنَ مِنۡ اَصۡحٰبِ النَّارِ ۚ وَ ذٰلِکَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیۡنَ ۝﴾ (المائدة=٥:٢٩)

''میں چاہتا ہوں کہ تو اپنا اور میرا گناہ اٹھائے اور جہنمیوں میں سے ہو جائے۔ یہی ظالموں کی سزا ہے۔''

یہ بات تو واضح اور معلوم ہے کہ اگر کسی پر حملہ کر کے اسے مغلوب کیا جائے تو اسے چاہیے کہ اپنا دفاع کرے سنت اور اجماع (سے ثابت ہے) البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ وہ دفاع کے لیے قتال کرے اس میں دو روایتیں احمد رحمہ اللہ سے ہیں:

- ایک قول یہ کہ وہ اپنا دفاع کرے اگرچہ صف (لشکر) میں نہ ہو۔
- دوسرا قول یہ ہے کہ اپنا دفاع اس کے لیے جائز ہے۔

البتہ فتنہ کے وقت قتال کی ابتداء کرنا یہ کسی بھی لحاظ سے جائز نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ فتنہ میں اگر کسی کو قتال کرنے پر مجبور کیا جائے تو اس کے لیے قتال جائز نہیں بلکہ اسے چاہیے کہ اپنا اسلحہ وہتھیار خراب کر کے جنگ کے قابل نہ رہنے دے۔ اور صبر کرتا رہے یہاں تک مظلوم کی حیثیت سے قتل کر دیا جائے۔

اس مجبور کے بارے میں کیا کہا جائے جو ایسے گروہ کے ساتھ ہے جو شرائع اسلام سے خارج

ہے جیسے مانعین زکاۃ اور مرتدین وغیرہ اگر اسے جنگ میں جانے پر مجبور کیا جائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف قتال نہ کرے اگر چہ مسلمان اسے قتل کر دیں جیسا کہ کفار کسی کو مسلمانوں کے خلاف قتال کے لیے مجبور کر کے لے جائیں اور جس طرح کہ کوئی آدمی کسی کو کسی بے گناہ مسلمان کے قتل پر مجبور کر دے تو باتفاق مسلمین اس کے لیے یہ قتل جائز نہیں ہے اس لیے کہ کسی بے گناہ کو قتل کر کے اپنی جان بچانا کوئی بہتر کام نہیں ہے اس کے لیے کسی اور پر ظلم کرنا جائز نہیں ہے کہ خود کو قتل سے بچانے کے لیے اسے قتل کر دے۔ اگر ایسا کیا تو قصاص مجبور کرنے والے اور مجبور کیے گئے دونوں پر ہوگی۔ امام ابو یوسف دیت لازمی قرار دیتے ہیں اور قصاص کو واجب نہیں کہتے۔

مسلم نے اپنی صحیح میں رسول اللہ ﷺ حدیث روایت کی ہے جس میں اصحاب الاخدود کا واقعہ ہے اس میں ہے کہ لڑکے نے دین کے غلبے اور اظہار کی مصلحت کے مدنظر اپنے قتل کا حکم دیا اسی لیے ائمہ اربعہ نے جائز قرار دیا ہے کہ ایک مسلمان کفار کی صفوں میں گھس جائے اگر چہ اس کا غالب گمان ہو کہ وہ اسے قتل کر دیں گے اگر اس میں مسلمانوں کا فائدہ ہو۔ جب آدمی وہ کام کر رہا ہو جس میں اس کی جان جانے کا یقین ہو اور یہ کام جہاد کی مصلحت کے لیے کر رہا ہو باوجودیکہ اس کی اپنی جان دوسرے کی جان لینے سے زیادہ بڑا کام ہے یہ دوسرے کے قتل کی طرف لیجانے والا عمل ہو اور دین کی ایسی مصلحت کے لیے ہو کہ اس کے بغیر وہ مصلحت حاصل نہ ہو سکتی ہو اور دین و دنیا کو بگاڑنے والے شخص سے صرف اسی طریقے پر دفاع کیا جا سکتا ہو۔ جب سنت اور اجماع اس بات پر متفق ہیں کہ اگر مسلمان پر حملہ کیا جائے اور دفاع کی صورت صرف قتل ہو تو وہ قتل کرے اگر چہ وہ مال جس کا تحفظ کرنا ہے وہ ایک دینار یا قیراط ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((من قتل دون مالہ فھو شھید ومن قتل دون دمه فھو شھید ومن قتل دون حرمه فھو شھید)).

''جو اپنی جان بچاتے ہوئے مارا گیا وہ شھید ہے جو اپنا مال یا عزت بچاتے ہوئے مارا گیا وہ شھید ہے''

تو یہ جو شرائع اسلام سے خارج لوگ ہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ کرتے ہیں ان کے خلاف قتال کرنے کے بارے میں کیا کہا جائے گا جن پر حملہ کرنا اس کی بنسبت کم ہے جو ان میں (خرابی) ہے۔حملہ کرنے والوں کے خلاف قتال سنت اور اجماع سے ثابت ہے یہ لوگ ظالم اور مسلمانوں کے دین مالوں، جانوں اور عزتوں پر حملہ کرنے والے ہیں جو بھی اس طرح کا ہو اس کے خلاف قتال کرنا جائز ہے جو اس جنگ میں مارا گیا وہ شھید ہے تو اس بارے میں کیا کہیں گے جو ان سب کے لیے قتال کرتا ہو؟ یہ لوگ بدترین ظالم اور متأولین ہیں۔

❀❀❀❀❀

فصل

یہ قوم اور اس جیسے لوگ اسلام سے مرتد ہیں
یہ تأویل کرنے والے باغی نہیں ہیں

لیکن جن لوگوں کا خیال ہے کہ وہ قتال کرتے ہیں جس طرح باغی متأولین کے خلاف قتال کیا جاتا ہے تو یہ بات بہت بڑی غلطی اور بہت بڑی گمراہی ہے۔ [1]

باغی متأولین میں کم از کم جو خرابی ہے وہ یہ ہے کہ ان کے پاس تاویل ہے جس کے ذریعے وہ نکلے ہیں۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ امام ان سے رابطہ کرے گا تاکہ شبہ کا ازالہ ہو سکے اگر انھوں نے کسی ظلم کا ذکر کیا تو اسے ختم کر دیا جائے گا مگر ان لوگوں کا کیا شبہ ہے جو اللہ اور رسول ﷺ کے خلاف لڑتے ہیں جو زمین میں فساد کرتے ہیں دین کے شرائع سے نکلنے والے ہیں یہ کبھی نہیں کہتے کہ یہ لوگ اس گروہ کی بنسبت علم و عمل کے لحاظ سے زیادہ اسلام کو جانتے ہیں اور زیادہ اتباع کرنے والے ہیں روئے زمین پر جو بھی مسلمان یا کافر ہے وہ اس بات سے واقف ہے اس کے باوجود وہ مسلمانوں کے ساتھ قتال کرتے ہیں ان کے پاس کوئی شبہ نہیں کہ جس کی بناء پر وہ مسلمانوں کے خلاف قتال کو جائز کہتے ہوں یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ انھوں نے عوام کی اس اکثریت کو گالیاں دیتے ہیں جو قتال میں شریک نہیں ہے۔ یہاں تک کہ لوگوں نے ان کو دیکھا ہے کہ یہ علاقے کی بڑھائی بیان کرتے ہیں کہ اس میں جو مال ہے اسے حاصل کر لیں۔ آدمی کی

---

[1] اس رائے کے حاملین کی گمراہی کی وجہ یہ ہے کہ یہ حقیقت توحید کے ضابطوں کے نہ ہونے کی وجہ سے ان لوگوں نے افعال کفر معاصی کو خلط کر لیا ہے اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ شرائع سے خروج اعمال معاصی ہیں جبکہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے کہ ایسا کرنے والا مرتد ہے۔

تعظیم کرتے ہیں اس کی عزت کرتے ہیں اور اس کے کپڑے تک چھین لیتے ہیں اس کو گالیاں دیتے ہیں اسے بدترین سزائیں دیتے ہیں جو صرف کوئی ظالم ہی دے سکتا ہے۔ دینی تاویل کرنے والے کو صرف وہی شخص سزاء دیتا ہے جو اسے دین کا نافرمان سمجھتا ہے۔ یہ اس کی تعظیم کرتے ہیں جسے دین کے معاملے میں سزا دیتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ ان میں سب سے زیادہ اللہ کا اطاعت گذار ہے۔ اب ان کے پاس کون سی تاویل باقی رہ گئی ہے پھر اگر ممکن ہو کہ وہ تاویل کریں تو پھر بھی ان کی تاویل قابل قبول نہ ہوگی بلکہ مانعین زکاۃ اور خوارج کی تاویل ان کی تاویل سے زیادہ مناسب تاویل ہے۔

خوارج نے قرآن کی اتباع کا دعوٰی کیا اور جو سنت قرآن کے خلاف ہو اس پر عمل نہیں کیا جائے گا جبکہ مانعین زکاۃ نے کہا کہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے کہ: ﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً﴾ ''آپ (ﷺ) ان کے مال سے زکاۃ لیا کریں(التوبۃ=۹:۱۰۳)۔'' یہ خطاب اللہ کے نبی ﷺ کو تھا لہٰذا ہم پر یہ لازم نہیں ہے کہ آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور کو زکاۃ دیں اسی لیے وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو زکاۃ نہیں دے رہے تھے۔ خوارج کے پاس علم تھا عبادت تھی علماء کے ساتھ ان کے مناظرے ہوئے جیسا کہ رافضہ اور جہمیہ کے ساتھ ہوئے۔ جبکہ یہ لوگ تو مسلمانوں کے خلاف قتال پر مناظرے نہیں کرتے اگر یہ لوگ تاویل کرنے والے ہیں اس کی تاویل ایسی ہے جسے کوئی ذی عقل پیش نہیں کر سکتا (جس نے شرائع اسلام سے نکلنے والوں مسلمانوں سے قتال کرنے والوں کی تاویل قبول کر لی۔ [1]

ان لوگوں میں سے کسی نے مجھ سے کہا کہ ہمارا حکمران بادشاہ ابن بادشاہ سات پشتوں تک بادشاہ جبکہ تمہارا حکمران ایک غلام کا بیٹا۔ میں نے کہا تمہارا بادشاہ اور اس کے آباء سب کفار ہیں

---

[1]: اگر تاویل ہو ایسا کرنے والا یا تو بے عقل ہے یا توحید سے لاعلم ہے۔

جبکہ کفار پر فخر نہیں کرنا چاہیے۔اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَ لَعَبۡدٌ مُّؤۡمِنٌ خَيۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِكٍ وَّ لَوۡ اَعۡجَبَكُمۡ﴾ (البقرة=۲۲۱:۱)

''ایک مومن غلام مشرک سے بہتر ہے اگر چہ وہ تمہیں اچھا لگتا ہو۔''

اس طرح کی مثالیں ان کے دلائل ہیں۔یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ ایک مسلمان کو مسلمان کی اطاعت کرنی چاہیے اگر چہ وہ غلام ہو کافر کی اطاعت نہ کرے۔صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے فرمایا:

((أسمعوا وأطيعوا وان أمر عليكم عبد حبشى كأن رأسه زبيبة ما أقام فيكم كتاب الله)).

''سنو اور اطاعت کرو اگر چہ تم پر ایک حبشی غلام امیر مقرر کر دیا جائے اس کا سر کشمش کی طرح ہو جب تک وہ تم میں کتاب اللہ قائم کرے۔''

دین اسلام میں انسان کی فضیلت اس کے ایمان اور تقوی کی وجہ سے ہوتی ہے اس کے آباء واجداد کی وجہ سے نہیں ہوتی اگر چہ وہ بنی ھاشم اہل بیت رسول ﷺ سے ہی کیوں نہ ہو۔اللہ نے جنت اطاعت کرنے والوں کے لیے بنائی ہے اگر چہ حبشی غلام ہو اور آگ نافرمانوں کے لیے تیار کی ہے اگر چہ معزز قریشی ہی کیوں نہ ہو۔اللہ کا فرمان ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ ذَكَرٍ وَّ اُنۡثٰى وَ جَعَلۡنٰكُمۡ شُعُوۡبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا اِنَّ اَكۡرَمَكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰكُمۡ﴾ (الحجرات=۱۳:۴۹)

''اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں قومیں وقبائل بنا دیا تا کہ تم ایک دوسرے کی پہچان رکھو۔اللہ کے ہاں معزز تقوی والا ہے''۔

رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

((لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لأسود علی أبیض ولا لأبیض علی أسود الا بالتقوی ، الناس من آدم و آدم من تراب)).

''کسی عربی کو عجمی اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی برتری وفضیلت حاصل نہیں ہے نہ کسی کالے کو گورے پر نہ گورے پر کالے کو (فضیلت ہے) سوائے تقویٰ کے۔ لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے''۔

صحیحین میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے ایک قریبی قبیلے کے بارے میں فرمایا تھا کہ آل بنی فلاں میرے دوست وحمایتی نہیں ہیں بلکہ میرا دوست اللہ اور صالح مومن ہیں۔ نبی ﷺ نے بتادیا کہ آپ ﷺ کی دوستی اور تعلقات رشتہ داری کی بنیاد پر نہیں ہوتے بلکہ ایمان وتقویٰ کی بناء پر ہوتے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کی قرابت کا یہ حال ہے تو ایک کافر مشرک چنگیز خان کی قرابت کیا حیثیت رکھتی ہے۔ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس کا ایمان اور تقویٰ زیادہ ہے وہ سب سے افضل اور پھر اس کے بعد درجہ بدرجہ جیسے جیسے ایمان وتقویٰ میں کمی ہوتی جائے گی درجہ بندی وفضیلت میں کمی ہوگی اگر چہ زیادہ ایمان وتقویٰ والا کالا حبشی ہو اور دوسرا علوی یا عباسی کیوں نہ ہو۔

فصل

اس آدمی کا حکم جو اس بنا پر قتال میں شریک نہیں ہوتا کہ (مدمقابل) میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں نکلنے پر مجبور کیا گیا

سوال ایسے سپاہی اور فوجی جو تاتاریوں کے خلاف اس لیے قتال نہیں کرتے کہ ان کی فوج میں ایسے لوگ شامل ہیں جنہیں مجبور کر کے میدان میں لایا گیا ہے۔ اور کیا جب ان میں سے کوئی بھاگ جائے تو اس کا تعاقب کرنا چاہیے یا نہیں؟

جواب جو تاتاری شام کے ملکوں پر حملہ کر چکے ہیں کتاب وسنت کی رو سے ان کے خلاف قتال واجب ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُونَ الدِّينُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾ ''ان سے قتال کرو اس وقت تک جب تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین صرف اللہ کا نہ رہ جائے (الأنفال= ۸:۳۹)۔'' دین اطاعت ہی ہے جب کچھ دین اللہ کے لیے ہو اور کچھ غیر اللہ کے لیے تو پھر اس وقت تک قتال کیا جائے گا جب تک دین مکمل طور پر صرف اللہ کے لیے نہ ہو جائے۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا فَاْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُولِهٖ﴾ ''ایمان والو اللہ سے ڈر جاؤ اور بقایا سود چھوڑ دو اگر تم مومن ہو اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو تم اللہ ورسول ﷺ سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ (البقرۃ= ۲:۲۷۸-۲۷۹)۔'' یہ آیت اہل طائف کے بارے میں نازل ہوئی تھی جب وہ اسلام میں داخل ہوئے روزے نماز کی پابندی کرنے لگے لیکن ترک سود سے انکار کیا تو اللہ نے انہیں بتلا دیا کہ اگر وہ سود سے باز نہ آئے تو یہ اللہ ورسول

ﷺ سے جنگ کررہے ہیں۔سود کوسب سے آخر میں اللہ نے حرام کیا ہے سود کہتے ہیں اس مال کو جو کسی کی رضامندی سے لیا جاتا ہے جب کہ جب یہ لوگ اللہ ورسول ﷺ سے جنگ کرنے والے ہیں تو ان کے خلاف قتال واجب ہے تو پھر ان کے بارے میں کیا کہا جائے گا جو اسلام کے تمام شرائع یا اکثر کو ترک کردے جیسا کہ تاتاری کرتے ہیں۔علمائے اسلام نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اگر کوئی گروہ اسلام کے ظاہری متواتر واجبات سے انکار کرتا ہے اس کے خلاف قتال واجب ہے اگر شہادتین کا اقرار کرتا ہو اور نماز،زکاۃ،روزہ یا حج سے انکار کرے یا آپس میں کتاب وسنت کے مطابق فیصلہ کرنے سے یا فواحش کی حرمت،نکاح،ذی محرم یا شراب کی حرمت سے انکار کرے یا لوگوں کی جان ومال کو حلال سمجھے یا سود،جوا،کفار کے خلاف جہاد،ان پر جزیہ مقرر کرنے سے انکار کرے اسے نہ مانے یا ان کے علاوہ دیگر اسلامی شرائع کو ترک کرے تو اس گروہ کے خلاف قتال کیا جائے گا جب تک دین مکمل طور پر اللہ کے لیے نہ ہو جائے۔

صحیحین میں مروی ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بحث کی مانعین زکاۃ کے بارے میں تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ان لوگوں کے خلاف کیسے قتال نہیں کروں گا جنھوں نے ان حقوق کو ترک کردیا ہے جنہیں اللہ نے واجب کیا تھا اگرچہ وہ اسے تسلیم کرے جیسے زکاۃ۔زکاۃ اس کا حق ہے۔اللہ کی قسم اگر انھوں نے وہ رسی بھی روک لی جو یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دیتے تھے تو میں اس پر قتال کروں گا۔عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے جان لیا کہ اللہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سینہ قتال کے لیے کھول دیا ہے اور میں نے جان لیا کہ یہ حق ہے۔صحیحین میں متعدد طرق سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خوارج کا ذکر کیا اور ان کے بارے میں فرمایا کہ تم اپنی نمازیں ،روزے اور قراءت ان کے مقابلے میں حقیر جانو گے۔وہ قرآن پڑھیں گے مگر ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ اسلام سے اس طرح خارج ہوں گے جیسے تیر نشانہ سے۔انہیں جہاں پاؤ قتل

کردوان کے قتل میں قیامت کے دن قتل کرنے والوں کے لیے اجر ہے۔اگر میں انہیں پاؤں تو عاد کی طرح قتل کردوں۔سلف اور ائمہ نے ان لوگوں سے قتال پر اتفاق کیا ہے ان کے خلاف سب سے پہلے جناب علی رضی اللہ عنہ نے قتال کیا اور پھر خلافت بنوامیہ، بنوالعباس نے بھی ان کے خلاف قتال کیا اگرچہ بنوالعباس خود بھی ظالم تھے۔حجاج اور اس کے نائبین نے بھی ان کے خلاف قتال کیا مسلمانوں کا ہر امیر ان سے قتال کا حکم دیتا تھا۔تاتاری اور ان جیسے لوگ (یعنی تاتاریوں کی طرح شرائع اسلام سے خروج کرنے والے ان کا حکم ایک ہے) مانعین زکاۃ اور خوارج سے بڑھ کر شرائع اسلام سے خارج ہونے والے ہیں یہ ان اہل طائف سے بھی بڑھ کر ہیں جنھوں نے سود ترک کرنے سے انکار کیا تھا اب جو شخص ان کے قتال میں شک کرے گا وہ دین اسلام سے مکمل طور پر لاعلم و بے خبر ہے۔جب ان کے خلاف قتال واجب ہے تو ان کے خلاف قتال کیا جائے گا باتفاق مسلمین اگرچہ ان میں کوئی مجبوراُوز بردستی لایا گیا ہو۔جیسا کہ بدر کے دن عباس رضی اللہ عنہ کو قید کر کے لایا گیا تو اس نے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں زبردستی جنگ میں لایا گیا ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم تمہارا ظاہر دیکھیں گے اور باطن اللہ کے حوالے ہے۔علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کفار اگر کچھ مسلمانوں کو یرغمال بنا کر بطور ڈھال استعمال کریں اور مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو قتال کیا جائے گا اگرچہ وہ یرغمالی مسلمان مارے جائیں اور اگر مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا خدشہ وخطرہ نہ ہو تو ان یرغمالیوں کو قتل کرنے میں دو قول ہیں:

اگر یہ مسلمان مارے گئے تو یہ شہید ہوں گے جو شہید کی موت مرتا ہے اس کی وجہ سے واجب قتال کو ترک نہیں کیا جاسکتا۔جب مسلمان کفار کے ساتھ جنگ کرتے ہیں تو جو مسلمان مارا جاتا ہے وہ شہید ہے اور جو آدمی مارا جاتا ہے اور حقیقت میں وہ قتل کا مستحق نہیں تھا مگر اسلام کے فائدے کے لیے مارا گیا تو وہ شہید ہے۔

صحیحین میں نبی ﷺ سے ثابت ہے آپ ﷺ نے فرمایا: اس بیت اللہ پر کچھ لوگ حملہ آور ہوں گے جب وہ بیداء پہنچیں گے تو زمین میں دھنسا دیے جائیں گے۔ کسی نے سوال کیا کہ ان میں مجبور بھی ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اپنی نیتوں کے حساب سے اٹھائے جائیں گے اس حملہ کرنے والے لشکر پر اللہ کا جو عذاب نازل ہوگا وہ مجبور وغیر مجبور سب کو اپنی لپیٹ میں لے گا ۔تو اس عذاب کے بارے میں کیا کہا جائے جو اللہ مومنین کے ہاتھوں کسی پر نازل کرے گا۔ جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿ قُلۡ هَلۡ تَرَبَّصُوۡنَ بِنَاۤ اِلَّاۤ اِحۡدَى الۡحُسۡنَيَيۡنِ وَ نَحۡنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمۡ اَنۡ يُّصِيۡبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنۡ عِنۡدِهٖۤ اَوۡ بِاَيۡدِيۡنَا ۝﴾ (التوبۃ=۹:۵۲)

''کہہ دو کہ تم ہمارے بارے میں صرف دو اچھائیوں میں سے ایک کا انتظار کرتے ہو اور ہم تمہارے بارے میں انتظار کرتے ہیں کہ اللہ تمہیں اپنی طرف سے یا ہمارے ہاتھوں عذاب پہنچائے۔''

ہم نہیں جانتے کہ زبردستی کسے لایا گیا ہے ہم ان میں سے تمیز نہیں کر سکتے جب ہم ان کے خلاف اللہ کے حکم کی بناء پر قتال کر رہے ہیں تو اللہ ہمیں اس کا اجر دے گا اور ہم (اگر مجبور کو ماریں گے غلطی سے) تو اللہ کے ہاں ہمارا عذر بھی قابل قبول ہوگا۔ جبکہ مارے جانے والے اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔ جب دین کے قیام کے لیے کوئی آدمی مارا گیا تو یہ اس سے زیادہ بڑھ کر نہیں ہے جو مسلمانوں کی فوج میں مارا گیا ہو۔ اگر ان لوگوں میں سے کوئی (جنگ سے) بھاگ جاتا ہے تو بعض لوگ ان سے قتال کو تاویل کرنے والے باغیوں کے برابر قرار دیتے ہیں لہٰذا اگر ان کا دفاع کرنے والا گروہ ہو تو پھر بھاگنے والوں کا تعاقب کیا جائے گا اور ان کے قیدی کو مارا جائے گا اور زخمیوں کو مارا جائے گا۔ اس میں علماء کے دو مشہور قول ہیں۔ کسی نے

کہا ہے کہ ایسا کچھ نہیں کیا جائے گا اس لیے کہ جنگ جمل میں علی رضی اللہ عنہ نے منادی کروائی تھی کہ ان کے بھاگنے والوں کا تعاقب نہیں ہوگا ان کے زخمی وقیدی کو نہیں مارا جائے گا۔ کسی نے کہا کہ یہ سب کچھ کیا جائے گا اس لیے کہ جنگ جمل میں ان کا کوئی گروہ نہیں تھا جو ان کا دفاع کرتا اور ان کے خلاف قتال کا مقصد ان کو بھگانا تھا۔ جب وہ بھاگ گئے تو مزید کوئی ضرورت نہ رہی۔ جس طرح کسی حملہ آور کو دھکیلا جاتا ہے۔ یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ جمل وصفین میں جو معاملہ تھا وہ اس طرح کا نہیں تھا جو ان لوگوں کو تاویل کرنے والے باغیوں کے برابر قرار دیتا ہے تو ان میں یہ دو قول جاری ہوتے ہیں۔ حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ لوگ تاویل کرنے والے باغی نہیں ہیں اس لیے کہ ان کے پاس کوئی صحیح یا قابل قبول تاویل نہیں ہے۔

یہ ان خوارج کی طرح ہیں جو اسلام سے نکل گئے تھے اور مانعین زکاۃ واہل طائف کی طرح ہیں جن کے خلاف قتال اس بنا پر کیا گیا کہ یہ شرائع اسلام سے خارج ہوئے تھے۔ اس مقام پر بہت فقہاء کو اشتباہ ہوا ہے۔ مصنفین نے اہل بغی سے قتال، مانعین زکاۃ، خوارج اور علی رضی اللہ عنہ کا اہل بصرہ سے قتال اور معاویہ رضی اللہ عنہ واس کے اتباع سے قتال ان سب کو مامور بہ قتال قرار دیا ہے ۔اس کے لیے فروعی مسائل بنائے ہیں۔ حالانکہ انھوں نے غلطی کی ہے اور صحیح مذہب وہ ہے جس پر ائمہ سلف واہل مدینہ جیسے اوزاعی۔ ثوری۔ مالک اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ ہیں کہ وہ ان میں فرق کرتے ہیں۔ مثلاً خوارج سے قتال صریح نصوص سے ثابت ہے اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے ۔جبکہ صفین وغیرہ کی جنگ پر صحابہ رضی اللہ عنہم متفق نہیں تھے بلکہ اکابر صحابہ جیسے سعد بن ابی وقاص۔ محمد بن مسلمہ۔ اسامہ بن زید۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم وغیرہ اس جنگ سے دور رہے اس میں شرکت نہیں کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت حدیثوں کا تقاضا ہے کہ دو (مسلمان) گروہوں کے درمیان صلح کروائی جائے گی قتال نہیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں روایت ہے رسول اللہ نے فوج سے خطاب کیا

فرمایا: میرا یہ بیٹا (حسن رضی اللہ عنہ) سردار ہے۔اللہ اس کے ذریعے دو بڑے مومن گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا۔اللہ نے حسن رضی اللہ عنہ کے ذریعے اہل عراق واہل شام کی صلح کروادی۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کروانا حسن رضی اللہ عنہ کی فضیلت قرار دیا۔باجودیکہ حسن رضی اللہ عنہ نے امارت سے استعفٰی دیا اور امارت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کی تھی اگر قتال مامور بہ ہوتا اور خلافت ومصالحت کو ترک کرنا (جائز) نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مامور بہ کے ترک پر کبھی حسن رضی اللہ عنہ کی تعریف نہ کرتے نہ ہی ترک اولٰی اور اختیار ادنیٰ پر تعریف کرتے۔معلوم ہوا کہ حسن رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا وہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا بنسبت قتال کے۔صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن اور اسامہ رضی اللہ عنہما کو اپنی گود میں بٹھاتے اور فرماتے:

((اللهم انی أحبهما و أحب من يحبهما)).

’’اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اور جو ان سے محبت کرتا ہے اس سے بھی محبت کرتا ہوں‘‘۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان دونوں سے محبت کا اظہار اس طرح ہوا کہ دونوں قتال کو ناپسند کرتے تھے اسامہ رضی اللہ عنہ نے مسلمان گروہ کے خلاف قتال کرنے سے انکار کردیا اور حسن رضی اللہ عنہ ہمیشہ علی رضی اللہ عنہ سے کہتے تھے کہ وہ قتال نہیں کریں گے اور اختیارات وامارت ان کے پاس آئی تو انھوں نے وہی کچھ کیا جس کا مشورہ اپنے والد علی رضی اللہ عنہ کو دیتے تھے۔

صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ اسلام سے نکلنے والا گروہ اس وقت نمودار ہوگا جب مسلمان تفرقہ میں مبتلا ہوں چکے ہوں گے جو زیادہ حق پر ہوگا وہ (اس فرقہ) کے خلاف قتال کرے گا۔یہ فرقہ جو اسلام سے نکل گیا تھا یہ خوارج کا فرقہ تھا ان کے خلاف علی رضی اللہ عنہ نے قتال کیا۔اس کی تصدیق ان دیگر احادیث سے بھی ہوجاتی ہے جن میں اس فرقہ خوارج کے خلاف

قتال کا حکم ہے اور ان میں یہ بتلایا گیا ہے کہ ان کے خلاف قتال اللہ ورسول ﷺ کو پسند ہے اور جن لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر ان کے خلاف قتال کیا وہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی بنسبت زیادہ حق پر تھے مگر اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے ان گروہوں میں سے کسی کے خلاف قتال کا حکم نہیں دیا جیسا کہ خوارج کے خلاف دیا تھا بلکہ ان دونوں میں صلح کی تعریف کی ہے۔ نبی ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ فتنوں کے دور میں قتال کو ناپسند کیا ہے اس سے اجتناب کا حکم دیا ہے جیسا کہ حدیث ہے:

«ستكون فتنة القاعد فيها خير من القائم و القائم فيها خير من الماشي والماشي خير من الساعي. وقال «يوشك أن يكون خير مال المسلم غنم يتبع بها شعب الجبال و مواقع القطر».

”عنقریب فتنے ہوں گے جن میں بیٹھا رہنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہے اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ فرمایا: عنقریب ایسا ہوگا کہ ایک مسلمان کا بہترین مال اس کی بکریاں ہوں گی جو پہاڑوں پر رہے اور اپنا دین لے کر فتنوں سے بھاگ جائے۔“

فتنے جنگوں کی طرح ہوتے ہیں جو مسلم بادشاہوں، حکمرانوں اور مسلم عوام کے درمیان ہوتی ہیں حالانکہ دونوں گروہ شعائر اسلام کا التزام کرنے والی ہوتی ہیں جیسا کہ جمل وصفین میں والوں میں تھا۔ ان کے آپس میں کچھ شبہات کی وجہ سے جنگ ہوئی تھی۔ جبکہ خوارج ومانعین زکاۃ واہل طائف جو کہ زکاۃ کو حرام قرار نہیں دے رہے تھے ان کے خلاف قتال دراصل اس لیے تھی کہ وہ ان شرائع میں داخل ہوجائیں جو نبی ﷺ سے ثابت ہیں۔ جب ان لوگوں کا ایسا گروہ ہو جو ان کا دفاع کرتا ہو تو ان کے قیدیوں اور زخمیوں کو مارنا اور ان کے بھاگنے والوں کا تعاقب کرنا جائز ہے

۔جب یہ لوگ اپنے ملک میں ہوں اور اپنے نظریات پر قائم ہوں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کے ملک وشہر میں جا کر ان سے قتال کریں تا کہ دین اللہ کے لیے مکمل ہو جائے۔

تاتاری دین اسلام کے لیے قتال نہیں کر رہے بلکہ اس لیے لڑتے ہیں کہ لوگوں کو اپنی اطاعت میں داخل کریں جو ان کی اطاعت میں داخل ہو جاتا اس کے خلاف جنگ روک دیتے اگرچہ وہ مشرک، یہوی یا نصرانی ہی کیوں نہ ہو اور جو ان کی اطاعت قبول نہ کرتا اس کے دشمن بن جاتے اگرچہ وہ انبیاء کے تابعدار اور صالحین کیوں نہ ہوں۔اللہ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ کفار سے قتال کریں اور مومن بندوں سے دوستی کریں۔لہٰذا شام،مصر،یمن اور مغرب کے مسلمان فوجوں کو چاہیے کہ وہ کفار کے خلاف قتال کے لیے باہمی تعاون کریں یہ صرف حکومت کے لیے یا اپنی خواہشات کے لیے ایک دوسرے کے خلاف نہ لڑیں۔ان تاتاریوں کی یہ ذمہ داری کم سے کم یہ ہے کہ وہ اپنے قریبی کفار کے خلاف قتال کریں اور اپنے قریبی مسلمانوں کے خلاف قتال کرنے سے رک جائیں اور کفار کے خلاف قتال پر باہمی تعاون کریں اسی ان کے ساتھ مل کر کوئی آدمی اپنی مرضی سے قتال نہیں کرتا سوائے اس کے جو فاسق،مبتدع یا زندیق ہو جیسے ملاحدہ،قرامطہ،باطنیہ ہوں جیسے رافضی سبائیہ جیسے جھمیہ معطلہ جو صفات کی نفی کرنے والے ہیں ان کے ساتھ وہ لوگ ہیں جو ان کی تقلید کرتے ہیں خود کو دیندار اور عالم کہتے ہیں اور یہ بدترین لوگ ہیں۔تاتاری جاہل ہیں ان کی تقلید وہ لوگ کرتے ہیں جو ان کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہیں وہ اپنی گمراہی وسرکشی کی وجہ سے ان کی اتباع ان باتوں میں کرتے ہیں جو اللہ ورسول ﷺ نے حرام کردیے ہیں اور دین حق کو نہیں اپناتے ۔اگر ان کی خرابیاں بیان کرنا شروع کردوں تو یہ بات بہت لمبی ہو جائے گی۔خلاصہ کلام یہ کہ ان کا مذھب اور اسلام یکجا نہیں ہو سکتے۔اگر یہ لوگ اس دین حنیفی کا اظہار کررہے ہیں جو محمد ﷺ لے کر آئے ہیں تو انہیں اس کی اطاعت کرتے اس سے رہنمائی

حاصل کرتے جیسا کہ طائفہ منصورہ ہے۔ نبی ﷺ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

((لاتزال طائفة من أمتى ظاهرين على الحق لا يضرهم من خالفهم ولا من خذلهم حتىٰ تقوم الساعة)).

''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا اس کی مخالفت کرنے والا انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا جب تک قیامت قائم نہ ہو جائے۔''

یہ بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: اہل غرب ہمیشہ غالب رہیں گے۔غرب والے ہی پہلے لوگ ہیں جو اس سورش کے مقابلے میں آئے۔ نبی ﷺ نے جب یہ بات کہی تھی تو آپ مدینہ میں تھے اور مدینہ کا مغرب شام و مصر ہیں اور مشرق میں جزیرہ وعراق ہے سلف اہل شام کو اہل غرب کہتے ہیں اور اہل عراق کو اہل مشرق کہتے ہیں۔جو میں نے ان کے بارے میں کچھ کہا ہے اس کے بارے میں آثار اور ادلہ شرعیہ موجود ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا فتوٰی یہاں مکمل ہو گیا۔

مسئلہ خوارج میں تعاقب

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس رسالہ میں خوارج کے مسئلے اور ان کے ساتھ قتال کا حکم ذکر کیا ہے باوجود یکہ وہ بہت زیادہ عبادت گذار تھے اور اس سے دلیل لی ہے کہ ان تاتاریوں کے خلاف قتال جو شرائع اسلام سے خارج ہیں زیادہ ضروری ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے خوارج کو اہل بغی و مرتدین کے علاوہ احکام قتال کے لحاظ سے تیسری قسم قرار دیا ہے۔اس رسالہ میں ان کے قول سے کہ خوارج کافر ہیں اس لیے کہ ان کا عقیدہ صحیح نہیں ہے انھوں نے ان کو مانعین زکاۃ کے ساتھ ملایا ہے"(صفحہ......دیکھیں) جنھیں امام صاحب نے مرتد قرار دیا ہے جبکہ امام دوسرے رسالوں جیسے الرسائل والمسائل میں فرماتے ہیں کہ :خوارج جو دین سے نکلے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف قتال کا حکم دیا ہے اور علی رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف قتال کیا ہے ائمہ دین صابہ و تابعین اور ان کے بعد کے علماء نے ان کے خلاف قتال پر اتفاق کیا ہے مگر علی رضی اللہ عنہ نے انہیں کافر نہیں کہا۔یہ بات شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے الفاظ سے ثابت ہوگئی کہ اس سے مراد وہ خوارج ہیں جو ابتداء میں علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑتے رہے یہ لوگ قرآن میں تاویل کررہے تھے (یا قرآنی آیت میں تاویل کرکے دلیل لے رہے تھے)وہ زبردستی (بلا دلیل) جنگ نہیں کررہے تھے اس لیے انہیں علی رضی اللہ عنہ نے کافر نہیں کہا۔جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں شوکانی نے نیل الاوطار سے نقل کیا ہے علی رضی اللہ عنہ کا اہل نہروان کے بارے میں قول کہ کیا وہ کافر ہیں؟ تو کہا کفر سے وہ بھاگے ہیں۔حافظ کہتے ہیں: اگر یہ بات علی رضی اللہ عنہ ثابت ہوجائے تو اسے اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ انہیں ان کے اس عقیدے کا علم نہیں ہوا

تھا جس کی بنا پر دیگر لوگوں نے انہیں کافر قرار دیا ہے۔(نیل الاوطار للشوکانی:۷/۳۵۲)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی یہ بات ہی صحیح اور حق ہے اس لیے کہ اہل نہروان کے خوارج کے عقائد اتنے خراب نہیں تھے جتنا کہ بعد میں آنے والے خوارج کے ہوئے تھے مثلاً سورت یوسف کو قرآن کا حصہ نہ ماننا۔ پانچوں نمازوں سے انکار کرنا۔ ایمان صرف تلفظ بالشھادتین کو قرار دینا اگر چہ دل میں کفر ہو۔ خوارج کی کئی اقسام ہیں کچھ ایسے ہیں جن کے عقائد بہت ہی خراب تھے جن کی وجہ سے انہیں کافر قرار دیا گیا۔ کچھ ایسے ہیں جن کے عقائد صحیح تھے انہیں کافر تو نہیں کہا گیا مگر حکومت (حاصل کرنے) کے لیے جنگ کی چاہے یہ جنگ حق پر تھی یا باطل پر۔

شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار میں لکھا ہے: امام غزالی اوسط میں دوسروں کی متابعت میں لکھتے ہیں خوارج کے بارے میں حکم لگانے میں دو نقطہ نظر ہیں:

① ان کا حکم مرتدین کا ہے۔

② ان کا حکم اہل البغی کا ہے۔

رافعی نے پہلے نقطہ نظر کو ترجیح دی ہے۔ فتح میں کہتے ہیں کہ: یہ بات ہر خارجی کے بارے میں نہیں کہی جا سکتی اس لیے کہ ان کی دو قسمیں ہیں ایک جو قسم پہلے مذکور ہوئی۔

جو ملک حاصل کرنے کے لیے نکلے اپنے عقیدے کی طرف دعوت کے لیے نہیں۔ ان کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو حکمرانوں کے ظلم کی وجہ سے دینی غیرت وحمیت کی بناء پر نکلے تھے حکمرانوں نے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل ترک کر دیا تھا اس لیے یہ ان کے خلاف ہو گئے تھے لہٰذا یہ حق پر تھے جن میں سے حسین رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور ان کے ساتھ اہل مدینہ بھی تھے جو واقعہ حرہ میں شریک تھے اور وہ قراء بھی جو حجاج کے مقابلے پر آئے تھے۔ دوسری قسم وہ ہے کہ انھوں نے حکومت مانگی ان کے دلوں میں شبہات تھے یا نہیں اس سے فرق نہیں پڑتا یہ لوگ باغی تھے۔(نیل الاوطار:۷/۳۴۲)

خوارج کی تکفیر میں شوکانی رحمہ اللہ نے علماء کے بہت سے اقوال نقل کیے ہیں قاضی ابوبکر بن عربی نے شرح ترمذی میں ان کو صراحت کے ساتھ کافر کہا ہے کہتے ہیں صحیح بات یہ ہے کہ یہ لوگ کافر ہیں اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: یمرقون من الدین یہ دین سے نکلیں گے۔ اور فرمایا ہے: میں انہیں عاد کی قتل کروں گا ثمود کا لفظ بھی آیا ہے۔ جبکہ ثمود و عاد دونوں کفر کی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ لوگ بدترین مخلوق ہیں یہ صفت صرف کفار کے لیے بیان کی جاتی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے یہ اللہ کو سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہیں

متاخرین میں جن علماء نے اس رائے کو پسند کیا ہے ان میں شیخ تقی الدین سبکی ہیں وہ اپنے فتاوٰی میں کہتے ہیں: ''جس نے خوارج اور غلو کرنے والے روافض کو کافر قرار دیا ہے ان کی دلیل وہ بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں کہ جن کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی گواہی دی ہے اور یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے ہیں اور ان صحابہ رضی اللہ عنہم کو کافر کہتے ہیں میرے نزدیک یہ دلیل صحیح ہے۔ جو لوگ انہیں کافر نہیں کہتے وہ کہتے ہیں کہ ان کے تکفیر کے حکم کا تقاضا ہے کہ مذکورہ گواہی کے بارے مین مرتے دم تک قطعی علم ہو اور یہ محل نظر ہے اس لیے کہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ جنھوں نے انہیں کافر قرار دیا ہے وہ مرتے وقت تک قطعی علم رکھتا تھا جنہیں ان لوگوں کے کافر کہا ان کی تکفیر کے بارے میں ہمارے لیے یہ اعتقاد کافی ہے......ان لوگوں کے بارے میں ثابت ہو چکا ہے کہ یہ لوگ اس جماعت کو بھی کافر کہتے ہیں جن کا ایمان قطعی طور پر ہمارے نزدیک ثابت ہو چکا ہے لہٰذا ان کے کفر پر حکم لگانے کے لیے ضروری ہے کہ شارع سے خبر ہو جیسے یہ لوگ اس کے بارے میں کہتے ہیں جو بت کو سجدہ کرتا ہے جس میں انکار کی صراحت نہیں ہے اور یہ لوگ کفر انکار کو کہتے ہیں اگر انھوں نے ایسا کرنے والے کی تکفیر سے اجماع سے دلیل لی ہے تو ہم کہیں گے کہ ان کے بارے میں جو معلومات آئی ہیں وہ ان کے کفر کا تقاضا کرتی ہیں اگرچہ یہ لوگ کافر قرار دینے والوں کے

بارے میں علم قطعی کا عقیدہ نہیں رکھتے اور نہ انہیں اسلام کے بارے میں اجمالی اعتقاد اور واجبات پر عمل تکفیر سے نہیں بچائے گا۔جس طرح کہ بت کو سجدہ کرنے والے کو نہیں بچا سکتا۔حافظ کہتے ہین: جو اس بات کی طرف مائل ہیں ان میں طبری بھی ہیں تہذیب میں احادیث ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں اہل قبلہ میں سے کوئی اسلام سے خارج نہیں ہوتا اس کا حکم ثابت ہونے کے بعد الا یہ کہ وہ جانتے بوجھتے خروج کا قصد کرے اس لیے کہ وہ حدیث میں موجو قول کو باطل کرنے والا ہے کہ وہ حق کہیں گے۔قرآن پڑھیں گے اور اسلام سے خارج ہوں گے اس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہیں رکھیں گے۔قرطبی کہتے ہیں: ان کی تکفیر کی تائید حدیث سے ہوتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ: وہ اسلام سے نکل گئے ہیں اس کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔الفتح میں صاحب شفاء(قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ مالکی) سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: ہم اس آدمی کو کافر کہیں گے جو اس طرح کی بات کرتا ہو کہ جس میں امت کو گمراہ کہتا ہو یا صحابہ رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرتا ہو۔صاحب الروضہ نے بھی ان کا یہ قول کتاب الردہ میں نقل کیا ہے اور اس کی تائید کی ہے۔اس کے بعد شوکانی نے اہل سنت کے علمائے اصول کے اقوال ذکر کیے ہیں کہ خوارج فاسق ہیں مسلمان گروہوں میں شامل ہیں یہ لوگ مسلمانوں کو کافر کہنے کی وجہ سے فاسق ہیں اس تکفیر کے لیے وہ فاسد تاویل کرتے ہیں اس کے بعد انھوں نے باقلانی کی رائے ذکر کی ہے جو ان کی تکفیر وعدم تکفیر میں توقف کرتے ہیں اور قرطبی کا قول نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حدیث سے ان کی تکفیر ثابت ہوتی ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا بھی اس رسالہ سے یہی مقصود ہے اس رسالے اور خوارج کے موضوع اور ان کے حکم سے تعلق نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کو شبہ ہوا ہے بلکہ امام ابن تیمیہ کا مقصد یہ ہے کہ وہ شبہ دور ہو جائے جو ان کے دور کے لوگوں کو یا بعد میں کسی دور کے لوگوں کو اس آدمی کی تکفیر میں

ہوسکتا تھا جو شھادتین کا اقرار کرتا ہو مگر شرائع اسلام کا تارک ہو اس کی بنیاد اس بات پر ہے کہ شھادتین کا اقرار دراصل توحید کا ثبوت اور شرک سے اجتناب ہے اگر کوئی شخص شھادتین کا اقرار کرتا ہے اور پھر عقیدہ، عمل یا قول کفریہ اختیار کرتا ہے تو وہ کافر ہے۔

(الصارم المسلول لابن تيمية:۱۷۷-۱۷۸)

اس لیے کہ وہ شھادتین کے اقرار کو ختم کرتا ہے وہ واجب القتال ہے جیسا کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس رسالہ میں ثابت کیا ہے۔

❁❁❁❁❁

